

صفر/ربیع الاول ۱۴۴۱ھ

مسلسل اشاعت کا سینتیسواں سال

اکتوبر 2020ء

ماہنامہ  
کوشش  
لاہور  
وطن پاکستان پلڈن سیکڑن سوسائٹی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبِّرْ ۝

”اے کبیل میں لپٹ کر لیٹنے والے (ﷺ)! آپ اٹھئے اور (لوگوں)

کو خبردار کیجیے۔ اور اپنے رب کو بڑا کریں۔“ (المدثر: 1 تا 3)

MONTHLY  
KAUSAR  
LAHORE

Regd. No. CPL-61

October 2020

Vol. 37

No. 10

Kausar  
RICE



PROUD PRODUCE OF  
PAKISTAN

f /KausarRice/

ig /Kausar\_Rice/

www.kausar.com.pk

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
طالب علموں کیلئے ایک عیاری علمی رسالہ  
ماہنامہ  
**کوثر** لاہور  
ترک پاکستان چلڈرن ہیگزین سوسائٹی

مسلسل اشاعت کا سیتیس وان سال

صفحہ..... ۱۳۳۲ھ  
اکتوبر..... 2020ء  
جلد..... 37  
شمارہ..... 10

خان بہادر انعام اللہ خان مرحوم

ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ مرحوم

مدیر اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر منزل احسن شیخ

مدیرہ (اردو نیشن): ڈاکٹر آمنہ خواجہ

مدیرہ (انگلش نیشن): عائشہ نسیم الدین خواجہ

34 L 2 ویلنٹیا ٹاؤن، لاہور

فون: 042-37281939, 0333-4027771  
monthly.kausar@gmail.com

یکے از مطبوعات:

دی چلڈرن قرآن سوسائٹی

خواجہ آرکیڈ، وحدت روڈ، لاہور

فون: 042-37420679

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

سالانہ زرتعاون: 400 روپے

وی۔ پی: 470 روپے

مطبع

مکتبہ جدید پریس، لاہور

اہتمام طباعت

غازی محمد وقاص 042-37668110

gdsprinters@gmail.com

ڈیزائننگ محمد عبدالرحمن

لاہور ریویں اور سکولوں کے لیے حکومت پنجاب سے منظور شدہ So(PI)45/83

# تکسیر رب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝

”اے کبیل میں لپٹ کر لیٹنے والے (صلی اللہ علیہ وسلم)!“

آپ اٹھئے اور (لوگوں) کو خبردار کیجئے۔

اور اپنے رب کو بڑا کریں۔“ (المدثر: 1 تا 3)

## اس شمارے میں

5	اُم عائشہ	تر بیت کا فقدان
7	حفیظ تائب	..... دہریں مختارِ اماں
8	مولانا محمد علی جوہر	..... اور ایسی کراماتیں!
9	ڈاکٹر منزل احسن شیخ	سنت کی اتباع
13	حسن شاہد رضوی	فہم القرآن کی اہمیت
19	شیخ عمر فاروق	والدین کے ساتھ حسن سلوک
25	سونیا محمود	ایک رات کی نماز
27	اسرار زیدی	ابلیس کی مجلس شوریٰ
31	شیر بخاری	سلام اے نوجوانانِ سعادت مند و باہمت
33	ڈاکٹر آمنہ خواجہ	ہمارا نظام تعلیم
37	مریم خضاء	سردیوں کی دوراتیں!
40	انتخاب: محمد احمد	انسانیت پر مبنی فیصلہ!
42	احمد خان	دین خیر خواہی کا نام ہے
51	ڈاکٹر لیری ڈوسی	دعا میں بھی شفا ہے!
57	اُم آمنہ	اللہ والے
59	سمیہ فاروق	آپ کاج، مہاکاج
66		Whoever lowers his gaze Whoever lowers his gaze

## آپس کی باتیں

### تر بیت کا فقدان

اُم عائشہ

الحمد للہ، ثم الحمد للہ! ہم مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے ہیں، یعنی پیدائشی مسلمان ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شعوری طور پر بھی اپنے ایمان کی تجدید کریں۔ یہ سوچیں کہ اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے! کیسا عمل کرنا چاہیے؟ ہمارے لیے role model کون ہیں؟ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہاں ہمیشہ رہنا ہے؟ کیا ہمارے لیے موت نہیں؟ کیا ہم نے برزخی اور ہمیشہ قائم رہنے والی آخرت کی زندگی کے بارے میں کبھی سوچا ہے؟ ہم میں سے اکثریت کا حال تو یہ ہے کہ:

صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے  
عمر یونہی تمام ہوتی ہے  
یا پھر اکبر الہ آبادی کی زبان میں:

ہم کیا کہیں، احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے  
بی اے کیا، نوکر ہوئے، پینشن ملی، پھر مر گئے

یہ بھی سچ ہے کہ بے عمل ہونے کے باوجود ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ قرآن کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ پھر بے عملی کی وجہ کیا ہے؟ کہیں یہ تر بیت کا فقدان تو نہیں!

سیرت اور کردار کے حوالے سے دو ادارے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک ماں کی آغوش اور دوسرا درس گاہ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بچے کی شخصیت پر

اس کی ماں کی تربیت کا اثر بالعموم سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے گھر کا ماحول، خاندان کے افراد بھی اپنے طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آج کے دور میں ذرائع ابلاغ کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

لازم ہے کہ ان سب امور کو مد نظر رکھتے ہوئے نئی نسل کی بہتری کے لیے ٹھوس اقدام اٹھائے جائیں۔ مائیں اپنی ذمہ داری کا احساس کریں۔ اس کے بعد حکام اور ارباب بست و کشاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ شعبہ تعلیم کا جائزہ لیں۔ بچوں کو کیا پڑھایا جا رہا ہے؟ کیا سکھایا جا رہا ہے؟ ان کو کیا پڑھایا جائے کہ وہ باکردار مسلمان بن سکیں؟ ان سوالوں پر غور کرنا ہوگا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ سے گمراہ کن اور بے ہودہ مواد کو نکالا جائے۔ تعلیمی اداروں کو اس امر کا پابند کیا جائے کہ وہ مسلمان لڑکے، لڑکیوں کو اسلامی اقدار اور آداب سے نہ صرف آگاہ کریں بلکہ اس کے مطابق زندگی گزارنے کا پابند بھی بنائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو باعمل اور باکردار مسلمان بنائے۔ آمین، ثم آمین!

☆.....☆.....☆

قارئین کے لیے خوشخبری

ماہنامہ کوثر ماہ اکتوبر 2020ء سے آن لائن دستیاب ہوگا۔  
قارئین درج ذیل لنک پر اس کا مطالعہ کر سکیں گے (ان شاء اللہ)  
[www.kausar.com.pk/media-gallery/mahnama-kausar-magazine](http://www.kausar.com.pk/media-gallery/mahnama-kausar-magazine)

☆.....☆.....☆

حمد

.....دہریں مختارِ اماں

حفظِ تائب

لائقِ حمدِ حقیقت میں ہے خلاقِ جہاں  
منتظر جس کے اشارے کے ہیں سارے امکان  
اس کے ارشاد سے ذروں میں توانائی ہے  
اس کے الطاف سے ہے زیتِ کراں تا بہ کراں  
اس کی قدرت کے مظاہر مہ و مہر و مرتخ  
بحر و بر، دشت و جبل اس کی جلالت کے نشان  
بھیجتا رہتا ہے وہ ابر و ہوا کے قاصد  
سبزہ و گل سے وہ بھرتا ہے زمیں کا دامان  
نہ کوئی اس کے سوا حشر کے دن کا مالک  
نہ کوئی اس کے سوا دہر میں مختارِ اماں  
وہ کسی سے بھی نہیں اور نہ کوئی اس سے  
اس پہ بھی رکھتا ہے ہر شخص سے وہ رشتہ جاں  
اُس نے آدم کو دیا اپنی نیابت کا شرف  
اُس کے احسان بھلا سکتا ہے کیسے انساں!  
منکروں کا بھی وہی رزق رساں ہے تائب  
بے نیازی ہے حقیقت میں اُسی کو شایاں  
☆.....☆.....☆

..... اور ایسی کراماتیں!

مولانا محمد علی جوہر

تہائی کے سب دن ہیں، تہائی کی سب راتیں  
اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں

ہر لحظہ تشفی ہے، ہر آن تسلی ہے  
ہر وقت ہے دل جوئی، ہر دم ہیں مدارتیں

کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں  
ہر روز یہی چہرے، ہر روز یہی باتیں

معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت  
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں!

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں  
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

☆.....☆.....☆

سنت کی اتباع

ڈاکٹر مزمل احسن شیخ

سورہ آل عمران کی آیت 31 میں فرمایا گیا:

”(اے نبیؐ) کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری  
پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے  
گا، اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔“

دنیا میں بسنے والوں کی اکثریت کسی نہ کسی انداز میں خدا کے وجود کو تسلیم کرتی  
ہے اور اس کی محبت کا دعویٰ بھی کرتی ہے، تو ایسے سارے انسانوں کو بتا دیا گیا کہ  
محبت کی کسوٹی صرف ایک ہے اور وہ ہے رسول اکرم ﷺ کی اتباع! آپ کی  
اتباع کے بغیر خدا سے محبت کا ہر دعویٰ جھوٹا ہے خواہ یہ دعویٰ کرنے والا کتنی ہی  
عبادت اور ریاضت کر لے اور کیسے ہی مجاہدے کیوں نہ کر لے۔ اس کے دعوے کو  
اس وقت تک سچا تسلیم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ دل و جان سے آپ کی  
اتباع نہ کرے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

”یہ آیت ہر اس شخص کے خلاف حجت ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا  
دعویٰ تو کرتا ہے مگر رسول کریم ﷺ کا طریقہ اور آپ کی سنت  
اختیار نہیں کرتا۔ ایسے شخص کو اس وقت تک اپنے دعویٰ میں جھوٹا  
سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے قول و فعل میں شرع محمدیؐ اور

دین نبویؐ کی پیروی نہ کرے۔“

وراثت فرماتے ہیں:

”تم اللہ کی محبت کا اظہار بھی کرتے ہو اور اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو، سچی بات ہے کہ یہ عقل میں آنے والی بات نہیں۔ اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اس کی ضرور اطاعت کرتے اس لیے کہ محبت اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔“

سہل بن عبد اللہ مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا بڑا پیارا قول ہے:

”اللہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ قرآن سے محبت ہوگی اور قرآن کی محبت کی علامت یہ ہے کہ نبی اکرمؐ سے محبت ہوگی اور نبی کریمؐ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ سنت سے محبت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ، قرآن، نبی اور سنت کی محبت کی علامت یہ ہے کہ آخرت سے محبت ہوگی اور آخرت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اپنی ذات سے محبت ہوگی اور اپنی ذات سے محبت کی علامت (دین سے دور کرنے والی) دنیا سے نفرت ہوگی اور دنیا سے بغض اور نفرت کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے قدر ضرورت پر اکتفا کرے گا۔“

قرآن کریم کی طرح حدیث میں بھی اتباع رسولؐ کی بڑی تاکید وارد ہوئی

ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا:

”میری امت کے سارے لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے

اس کے جو انکار کرے گا۔ صحابہ نے سوال کیا: یا رسول اللہؐ!

انکار کرنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس نے میری

اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی

وہ ہے انکار کرنے والا۔“

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے چند اصحاب نے آپؐ کی ازواج سے پوچھا کہ آپؐ تنہائی میں کتنی عبادت کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بتا دیا، لیکن پوچھنے والوں کے خیال میں یہ کم عبادت تھی۔ ان کے تصور میں یہ تھا کہ آپؐ چوبیس گھنٹے نماز، روزہ، ذکر و تلاوت ہی میں لگے رہتے ہوں گے اور کوئی دوسرا کام کرتے ہی نہیں ہوں گے۔ پھر انہوں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دے لی کہ آپؐ کے لیے تو تھوڑی ہی عبادت کافی ہے جبکہ ہم گناہ گار ہیں اس لیے ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہیے۔

چنانچہ ان میں سے ایک صاحب کہنے لگے: ”میں شادی نہیں کروں گا تاکہ سارا وقت عبادت میں لگا سکوں۔“ دوسرے صاحب کہنے لگے: میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔“ (مقصد یہ تھا کہ سادہ اور روکھی سوکھی غذا پر ہی اکتفا کروں گا) تیسرے صاحب کہنے لگے: ”میں بستر پر نہیں سوؤں گا، پوری پوری رات عبادت میں گزارنے کی کوشش کروں گا۔“

رسول اکرمؐ کو جب اپنے اصحاب کے ان ارادوں کی اطلاع ملی تو آپؐ نے دوسرے صحابہ کو بھی جمع فرمایا اور اپنی عادت مبارکہ کے مطابق کسی کی طرف انگلی اٹھائے بغیر عمومی انداز میں فرمایا:

”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں! جہاں تک

میرا تعلق ہے تو میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں،

روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ یہی میری سنت ہے۔ جو میری سنت سے اعراض کرے گا، اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔“

یہ تینوں صحابی نکاح سے، لذیذ کھانوں سے اور نیند سے دور رہنے کا عزم صرف اس لیے کر رہے تھے کہ اپنے خیال میں وہ زیادہ عبادت کر سکیں اور زیادہ دین داری اپنے اندر پیدا کر سکیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں بتایا کہ تم میں سے کوئی نہ عبادت میں مجھ سے آگے بڑھ سکتا ہے نہ خوفِ خدا میں، میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں لیکن خوف و خشیت کے باوجود میں بیویوں کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں اور اپنے نفس اور اپنی جان کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں۔ جو میرے امتی ہیں انہیں حقوق اللہ بھی ادا کرنے ہوں گے، حقوق العباد بھی ادا کرنے ہوں گے اور حقوق نفس بھی ادا کرنے ہوں گے۔ ان سب حقوق کا ادا کرنا ہی میری سنت ہے۔ میری سنت کی اتباع کرنے والا میرا ہے اور میری سنت سے اعراض کرنے والے کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

☆.....☆.....☆

قرآنی حقائق

## فہم القرآن کی اہمیت

حسن شاہد رضوی

رسول پاک ﷺ کے زمانے میں عرب قوم کو اپنی زبان دانی پر بے حد غرور تھا۔ انہوں نے عربی اور عجمی کے تصور کو عام کر کے معاشرہ میں فساد اور بگاڑ کے فروغ کا بندوبست کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک جیسی تدبر اور حکمت سے مزین کتاب ایک ایسے قلب اطہر پر نازل فرمادی جس نے پہلی وحی میں ہی جبریل سے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ اسی قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کو تمام دنیا کا معلم بنا دیا جنہوں نے اپنی عملی زندگی قرآن کے قالب میں ڈھال لی۔ رسول پاک ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے کہ آپ کا اسوہ حسنہ تفسیر قرآن کے سوا کچھ بھی نہیں۔

قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے چونکہ رہتی دنیا کے لیے ایک زندہ معجزہ بنا کر بنا دیا تھا اس لیے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اپنے اوپر فرض کر لیا۔ اس کا اہتمام یوں کیا گیا کہ ایک دو نہیں کروڑوں لوگوں کو اللہ نے حفظ قرآن کی صلاحیت دے دی۔

قرآن کی حفاظت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اہتمام بھی فرمایا کہ عربی زبان اپنی گرائمر کے حوالے سے تبدیل نہ ہونے پائے۔ یہ دنیا کی واحد زبان ہے جو نزول قرآن کے وقت سے اب تک تبدیل نہیں ہوئی۔ عربی کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے محفوظ کر لیا تاکہ قرآن محض الفاظ کی حفاظت کا نام نہ رہ جائے بلکہ اس کا مفہوم بھی تاقیامت محفوظ رہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو نزول کے وقت مختلف چیزوں مثلاً اونٹ کی ہڈی، درخت کی چھال اور چمڑے پر تحریر کی جاتی رہی

اور پھر بعد میں رسول پاک ﷺ کی ہدایت کے مطابق ان تمام اجزا کو اکٹھا کر کے کتاب کی شکل دی گئی۔ حفاظت کا ذمہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا تھا اس لیے اس کتاب کا ایک لفظ بھی ادھر سے ادھر نہ ہوسکا۔

قرآن پاک کے فہم کی برکات کے حوالے سے ڈاکٹر بوشیلے کا کہنا ہے کہ انہوں نے بہت سی غیر متوقع دریافتیں عربی سیکھنے اور قرآن کو سمجھنے کے بعد کیں۔ ان کا بیان ہے کہ ہر نئی دریافت کے بعد مجھے یہ شک گزرتا کہ شاید میں نے قرآنی متن میں سے اپنی پسند کے حوالے ڈھونڈ کر زبردستی اپنی دریافت کو ان حوالوں سے منطبق کر لیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر بوشیلے نے عربی زبان دانی کے بہت سے ایسے مسلم اور غیر مسلم ماہرین تلاش کیے جن کی ایک دنیا معترف تھی اور ان سے اپنی دریافت اور متعلقہ قرآنی متن کا ذکر کیا۔ ان عربی دانوں نے تصدیق کی کہ سائنسی تجربات کے بعد ڈاکٹر بوشیلے نے جو کچھ دریافت کیا تھا، متعلقہ قرآنی حوالے من و عن وہی چیزیں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے تصدیق کی کہ ڈاکٹر بوشیلے کا ترجمہ اور قرآنی فہم درست خطوط پر ہے۔

قرآن پاک کی آفاقیت کا ایک زندہ ثبوت یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں نہ تو سائنس نے اس قدر ترقی کی تھی جس کا آج کل شہرہ ہے اور نہ ہی رسول کریم ﷺ موجودہ تعریف کے مطابق کوئی سائنس دان تھے کہ انہوں نے تجربات کے ذریعہ یہ سب کچھ حاصل کر کے قرآن پاک میں درج کر دیا ہو۔ قرآن پاک کے اعجاز کے حوالے سے ڈاکٹر بوشیلے نے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ بائبل پڑھ کر صاف محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا اس وقت کی زبان بول رہا ہے جس دور میں اس کتاب کو ضبط تحریر میں لایا گیا۔ مگر مطالعہ قرآن کی ہر کوشش یہ ثابت

کرتی ہے کہ قرآن تو ہمارے دور کی بات کر رہا ہے۔ مطالعہ قرآن کے حوالے سے ڈاکٹر بوشیلے رقم طراز ہیں کہ جو بھی (مسلم یا غیر مسلم) اپنے دل و دماغ کو پسند اور ناپسند کے جذبہ سے خالی کر کے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ بہت جلد درج ذیل نتائج تک پہنچ جائے گا:

1- اس کائنات کی تخلیق کے بارے میں جدید سائنس بے بہا تجربات اور سالوں کی محنت کے بعد آج وہی کچھ کہہ رہی ہے جس کا قرآن پاک نے پندرہ سو سال قبل ذکر کر دیا تھا۔

2- کائنات میں موجود سیاروں کی پیدائش اور ان کی گردش کے بارے میں قرآن میں واضح تفصیلات موجود ہیں جس پر جدید سائنس مسلسل تفتیش میں مشغول ہے۔

3- قرآن پاک میں یہ پیش گوئی موجود ہے کہ انسان خلا کو مسخر کرے گا۔

4- نظام زندگی اور کارخانہ قدرت کے دوسرے انتظامات میں پانی کی اہمیت قرآن پاک میں موجود ہے۔

5- انسان اپنی پیدائش کے دوران (ماں کے پیٹ میں) جن مراحل سے گزرتا ہے، قرآن نے انتہائی نپے تلے انداز میں اسے اسی طرح بیان کر دیا ہے جس طرح جدید میڈیکل سائنس انہیں تجربات اور محنت شاقہ کے بعد ثابت کر رہی ہے۔

ذرا غور فرمائیے اللہ کی اس نعمت پر جو قرآن پاک کی شکل میں ہم کو بن مانگے عطا فرمادی گئی، مگر ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں قرآن پاک کو محض ایک مرتبہ ترجمہ سمیت پڑھا ہو اور اس بات پر غور کیا ہو کہ اللہ نے کوئی بھی چیز بلا ضرورت تو پیدا کی ہی نہیں ہے، تو کیا میں نے قرآن پاک کی تعلیمات

کو اپنی زندگی میں لاگو کرنے کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کیا ہے! مغرب نے سیکولر تعلیمی نظام تشکیل دے کر ہمارے دل و دماغ میں اس بات کے مستقل گھر کر لینے کا بندوبست کر دیا ہے کہ اسلامی تعلیمات دنیاوی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، حالانکہ یہ سب کچھ مسلمانوں کو پیچھے رکھنے کی ایک باقاعدہ سازش کا حصہ ہے۔ مسلمانوں نے اس وقت عظیم سائنس دان پیدا کیے جب پورا یورپ جہالت کے باعث اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ جدید سائنسی علوم کا پچانوے فی صد حصہ اس سائنسی بنیاد پر قائم ہے جسے مسلمان سائنس دانوں نے دریافت کیا تھا۔ یہ تمام سائنس دان سب سے پہلے اچھے مسلمان تھے۔ وہ قرآن کا علم رکھتے تھے اور اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ ان کا اپنے اللہ سے روحانی رابطہ برقرار تھا۔ علم کا منبع تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس روحانی رابطہ کے انعام کے طور پر اللہ علم کے دروازے ان سائنس دانوں پر کھول دیا کرتا تھا۔

علامہ اقبال تو کئی دہائیاں پہلے مسلم امہ کو جگانے کی کوشش میں کہہ گئے تھے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

ہم نے اس اعتبار کی گہرائی میں جانے کی کوئی شعوری کوشش ہی نہیں کی۔ ہم نے سمجھا کہ اسلام کے نام پر ملک لے لیا ہے، بس یہی بہت بڑی کمائی ہے۔ اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق سنوارنے سجانے کے لیے جو طریقہ درکار ہے اس پر محنت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے حالانکہ دنیا میں کوئی کام از خود نہیں ہو جایا کرتے۔ اہداف کو پہلے ذہنوں میں واضح کرنا پڑتا ہے۔ پھر ان اہداف کے حصول کے لیے منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے اور اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے

لیے متعلقہ وسائل کو ایمان داری سے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کی تخلیق کے وقت مسلم امہ نے اس نئے ملک کو اس نظر سے دیکھا تھا کہ یہ دوسرے اسلامی ممالک کا امام بنے گا۔ مگر من حیث القوم ہم نے قرآن سے باقاعدہ رابطہ رکھنے اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں لاگو کرنے کی شعوری کوشش ہی نہیں کی حالانکہ زندگی گزارنے کا یہ کامیاب ترین راستہ ہے۔ اللہ کرے مسلم امہ قرآن پاک سے اپنا رابطہ دوبارہ استوار کر لے اور گھر گھر درس قرآن شروع ہو جائیں اور مختلف ادارے باقاعدہ بنیادوں پر عربی سیکھانے کا اہتمام شروع کر دیں۔ آمین!

☆.....☆.....☆

### دلچسپ معلومات

- ☆ رچھ شہد کا بڑا شوقین ہوتا ہے۔
- ☆ سانپ اپنی زبان سے راستہ تلاش کرتا ہے۔
- ☆ بلی کا پیٹ خراب ہو جائے تو وہ گھاس کھانے لگتی ہے۔
- ☆ شہد کی کھیاں کھٹا شہد بھی بنا سکتی ہیں۔
- ☆ کرسی ہزاروں سال پہلے فرعون کے زمانے کی ایجاد ہے۔
- ☆ چوہے کی قوت حافظہ بہت کمزور ہوتی ہے۔
- ☆ مکڑی کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ زمین سے چٹ جاتی ہے۔
- ☆ بچھو کے چاروں طرف آگ لگا دی جائے تو وہ اپنے آپ کو کاٹ لیتا ہے۔

(مرسلہ: رابعہ سعید)

☆.....☆.....☆

## درد کا درمان

ان کا نام حبیب بن مالک تھا اور وہ یمن کے ایک بڑے سردار تھے۔ ابو جہل نے پیغام بھیجا کہ حبیب، محمد (ﷺ) نے فلاں تاریخ کو چاند کے دو ٹکڑے کرنے ہیں۔ تم یہاں آ جاؤ، اور چاند کو دیکھنا کہ وہ دو ٹکڑے ہوتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ حبیب بن مالک نے رخت سفر باندھا اور کوہ ابو قیس پر پہنچ گئے، جہاں کفار نے مطالبہ کر دیا تھا کہ آسمانی معجزہ یہاں دکھاؤ یا چاند کو دو ٹکڑے کرو۔

رسول اکرم ﷺ تشریف لائے، چاند کو دو ٹکڑے کیا اور واپس تشریف لے گئے۔ روایت ہے کہ چاند ڈیڑھ گھنٹہ تک دو ٹکڑے رہا۔

حبیب بن مالک یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کے پاس تشریف لے آئے اور بولے: ”یہ سب ٹھیک ہے لیکن بتائیں میرے دل کو کیا دکھ ہے؟“

آپؐ نے فرمایا: ”تیری ایک ہی بیٹی ہے، جس کا نام سٹیجہ ہے۔ وہ اندھی، لولی، بہری اور گونگی ہے۔ تجھے اس کا دکھ اندر سے کھائے جا رہا ہے۔ جاؤ اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی ہے۔“

حبیب یہ سنتے ہی دوڑ کر اپنے گھر آئے تو ن کی بیٹی سٹیجہ نے کلمہ پڑھتے دروازہ کھولا۔ حبیب نے پوچھا: ”سٹیجہ! تجھے یہ کلمہ کس نے سکھایا؟“

اس نے حضور اکرم ﷺ کا سارا حلیہ بتایا اور بولی: ”اے ابا! وہ آئے، مجھے زیارت بخشی، دعا فرمائی، اور مجھے کلمہ طیبہ بھی پڑھا گئے۔“

حبیب واپس گئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ اسلام کی خدمت میں بھی پیش پیش رہے!

(مرسلہ: حفصہ عثمان)

☆.....☆.....☆

## والدین کے ساتھ حسن سلوک

شیخ عمر فاروق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”تمہاری ماں۔“ کہا: پھر؟ فرمایا: ”تمہاری ماں۔“ کہا: پھر؟ فرمایا: ”تمہارا باپ۔“

اس حدیث مبارکہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کو پالنے پوسنے، ان کی تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال میں ماں کی خدمات و احسانات باپ سے کہیں زیادہ، محنت و مشقت طلب، ایثار و قربانی سے بھرپور اور الفت و محبت سے لبریز ہیں، اس لیے ماں کے ساتھ احسان و مروت کے درجات بھی بڑھ گئے ہیں مگر اس کے ساتھ باپ سے نیک برتاؤ کو بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کے دواہم شعبے ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ مثلاً صوم و صلوة کی پابندی اور ان کی خشوع و خضوع سے ادائیگی اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں تو لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ اور حسن سلوک بندوں کے حقوق ہیں۔ کوئی شخص اگر صبح شام مسجد میں بیٹھ کر ذکر و اذکار میں مشغول رہے اور اہل خانہ بھوک سے نڈھال رہیں تو ایسا طرز عمل مطلوب نہیں ہے۔ خوبی یہ ہے کہ وقت پر نمازیں بھی ادا کی جائیں اور اہل خانہ کے لیے رزق حلال کی تلاش بھی کی جائے۔ حج اور زکوٰۃ کا فریضہ ادا کیا جائے تو بیواؤں، یتیموں، مساکین اور فقراء کی خدمت بھی

کی جائے۔ یہی زندگی کا توازن اور اس کی خوب صورتی ہے۔

حقوق العباد میں سرفہرست والدین کا حق ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

”تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے

احسان کرو۔“ (البقرہ: 83)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

”اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور

والدین سے اچھا سلوک کیا کرو۔“ (النساء: 36)

اسلام کی بلند اور پاکیزہ تعلیمات نے والدین کے ساتھ حسن مروت کی ہر حال میں تلقین کی ہے، یہاں تک کہ اپنے ایمان و عقیدہ کو مضبوط رکھتے ہوئے غیر مسلم والدین سے بھی خیر و بھلائی سے پیش آنے کی نصیحت کی جا رہی ہے۔

”اور اگر وہ (یعنی تمہارے والدین) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو

میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں، تو (اپنے اسلام

اور ایمان پر قائم رہنا اور) ان کا کہنا نہ ماننا، البتہ دنیوی معاملات

میں ان سے بھلائی کے ساتھ رفاقت کرنا مگر اتباع اس شخص کی راہ

کی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا۔“ (لقمان: 15)

معلوم ہوا کہ عقیدہ اور ایمان ایسا مضبوط سہارا ہے جس پر بندہ مومن کسی لمحہ اور کسی آن کوئی آنچ آنچ آنے نہیں دیتا۔ وہ سب کو چھوڑ سکتا ہے، سب سے روٹھ سکتا ہے مگر اپنے رب کی بندگی کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔ بڑھاپے، کمزوری و ناتوانی کے دور میں انسان کے اعضاء سست اور مضحل ہو جاتے ہیں اور وہ کام کاج کے اہل

نہیں رہتا۔ کسپہری کے ان لمحات میں وہ آرام و سکون چاہتا ہے۔ وہ آرزو مند ہوتا ہے کہ کوئی اس کا سہارا بنے، اسے تسلی اور تشریح دے۔ وہ اگر بیمار پڑ جائے تو اس کی تیمارداری کے لیے کوئی موجود ہو۔ ضعف و پیری کے ان اوقات میں رب العالمین اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے:

”اگر (تمہارے والدین میں سے) کوئی ایک یا دونوں تمہارے

سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ ہی انہیں

جھڑکو۔ اور ان سے ادب سے بات کرو، اور ان پر رحم کرتے

ہوئے انکساری و خاکساری سے پیش آؤ اور ان کے لیے (ہمیشہ)

دعا گو رہو: رب! ان پر رحم فرما جیسے (رحمت و شفقت سے)

انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا تھا۔“ (بنی اسرائیل: 23، 24)

سبحان اللہ! رب کریم کی بے پایاں رحمتوں اور بخششوں کا کون اندازہ لگا

سکتا ہے! اس کے کلام کے حسن و جمال کو کون پہنچ سکتا ہے! دنیا کی کوئی تہذیب،

کوئی مذہب اور ازم اسلام کے پیش کردہ اخلاقیات کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے کہا، کسی مسلمان کے اگر ماں

باپ زندہ ہیں اور وہ صبح کے وقت ان کی خیریت دریافت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس

کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر والدین میں سے ایک ہی ہے

تو ایک دروازہ۔ اور اگر اس نے والدین میں سے کسی کو ناراض کر دیا تو اللہ اس

شخص سے اس وقت تک راضی نہ ہوگا جب تک کہ وہ راضی نہ ہو جائیں۔ ابن

عباسؓ سے کہا گیا کہ: اگر ماں باپ ظلم کریں، جب بھی؟ کہا: ظلم کریں جب بھی۔

طیسلہ بن میاس کہتے ہیں کہ میں جنگ میں تھا۔ وہاں بعض گناہ سرزد ہوئے جو

مجھے گناہ کبیرہ ہی معلوم ہوتے تھے۔ میں نے ابن عمرؓ سے ان کا ذکر کیا، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ: وہ گناہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ یہ ہیں۔ فرمایا: ”یہ تو گناہ کبیرہ نہیں ہیں۔ گناہ کبیرہ تو نو ہیں۔ شرک، ناحق قتل، جہاد سے فرار، قذف محسنہ (شریف عورت پر بدکاری کی تہمت لگانا)، سود خوری، مال یتیم کھانا، مسجد میں الحاد پھیلانا، (دین کا) مذاق اڑانا اور والدین کا بیٹے کی نافرمانی کی وجہ سے رو پڑنا۔“ پھر ابن عمرؓ نے اس شخص سے پوچھا: ”کیا تم جہنم سے ڈرتے ہو اور چاہتے ہو کہ جنت میں جاؤ؟“ کہا: اللہ کی قسم یہی چاہتا ہوں۔ پوچھا: ”کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟“ جواب دیا کہ والدہ ہیں۔ کہا: اللہ کی قسم اگر تم اس سے نرمی سے باتیں کرو اور اس کو کھلاؤ تو جنت میں ضرور جاؤ گے، بشرطیکہ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے ماں کی تکلیف اور پریشانی کا اپنی کتاب مبین میں الگ ذکر فرمایا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین (سے حسن سلوک) کا تاکید حکم دیا۔ اس کی ماں نے کمزوری سہتے ہوئے اسے اٹھائے رکھا اور دو سال اس کے دودھ چھڑانے میں لگے، لہذا میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔ (بالآخر) میرے پاس ہی لوٹ آنا ہے۔“ (لقمان: 14)

ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا:

”ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مشقت سے اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت سے جنا، اس کے اٹھانے اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ

گے۔“ (الاحقاف: 15)

اس بے مثال ایثار و قربانی اور تکلیف و مشقت کی وجہ سے ماں کا مرتبہ اور اجر باپ کی نسبت کہیں بڑھ گیا ہے۔ اس لیے رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

”جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔“

ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے ماں باپ کی خدمات پر غور کریں، خصوصاً ماں کی قربانیوں کا جائزہ لیں کہ اس بے چاری نے سردی اور گرمی کی راتیں بچوں کی خاطر کس فکر اور درد مندگی سے گزاری ہیں اور خود بے آرام ہو کر بھی بچوں کو آرام دیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بار ایک یمنی کو دیکھا کہ اپنی پیٹھ پر ماں کو لیے ہوئے طواف کعبہ کر رہا ہے اور زبان پر یہ شعر جاری ہیں:

میں اس (اپنی ماں) کے لیے ایک سواری کا اونٹ ہوں،

جب سواروں کو ڈرایا جائے تو میں نہیں ڈرتا۔

پھر انہوں نے ابن عمرؓ سے مخاطب ہو کر پوچھا: کیا میں نے ماں کا بدلہ دے دیا؟

ابن عمرؓ نے جواب دیا: اس کی ایک آہ کا بدلہ بھی نہ ہوا۔

ماں باپ اور خصوصاً ماں وہ قیمتی موتی ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب یہ موتی چھن جاتا ہے۔ شاعر وطن سے بے وطن تھا کہ ماں داغ مفارقت دے گئی۔ وہ شعر کی زبان میں اس طرح آنسو بہاتا ہے:

کس کو اب ہو گا وطن میں آہ! میرا انتظار؟

کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار؟

خاک مرقد پر تیری لے کر یہ فریاد آؤں گا

اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا  
تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا  
گھر مرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا  
دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات  
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات  
عمر بھر تیری محبت مری خدمت گر رہی  
میں تری خدمت کے قابل جب ہوا، تو چل بسی

یہ مضمون خصوصاً زمانہ حاضر کے نوجوانوں کے لیے زیب قرطاس کیا گیا ہے۔  
سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والے اکثر نوجوان لڑکے  
اور لڑکیاں عقل و خرد سے عاری، اخلاق و ادب سے فارغ اور اپنے ماں باپ کے  
سامنے گستاخ اور منہ پھٹ دکھائی دیتے ہیں۔ اس میں کس کا قصور ہے؟ والدین،  
حکومت، ماحول، ناقص تعلیم و تربیت، فضول اور غلط ذرائع ابلاغ سب شامل ہیں۔  
ہمارا نظام تعلیم انگریز کا چھوڑا ہوا ہے جو دور غلامی کی یاد دلاتا ہے۔ اسے بدلنے کی  
آج تک کوشش نہیں کی گئی۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم نے کئی خرابیاں  
پیدا کی ہیں اور نوجوانوں کو بے حیائی کے دلدل میں پھنسا دیا ہے۔ پھر ذرائع ابلاغ  
میں ٹی وی کی عریانی اور بے ہودہ ڈائجسٹوں کی بھرمار نے رہی سہی کسر پوری کر دی  
ہے۔ ادھر دین دار لوگوں نے آپس کی تفرقہ بازیوں اور پھوٹ سے نیکی کی قوت کو  
مضبوط نہیں بنایا اور نظام جاہلیت کو پھیلنے پھولنے کا موقع دیا جو ناقابل معافی جرم  
ہے۔ ایسے میں ہم رب کریم کے حضور کس طرح سرخرو ہو سکتے ہیں؟

☆.....☆.....☆

قلب ماہیت

## ایک رات کی نماز

سونیا محمود

حضرت احمد خضر وہ ایران کے شہر خراسان کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنے  
وقت کے ولی سمجھے جاتے تھے۔ ایک رات چوران کے مکان میں گھس آیا۔ وہ  
بڑی دیر تک ادھر ادھر پھر کر گھر کی تلاشی لیتا رہا، لیکن اسے کوئی کام کی چیز نہ ملی۔  
حضرت احمد جاگ رہے تھے۔ وہ چپ چاپ چور کو اپنے مکان میں پھرتے  
دیکھتے رہے مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ جب وہ چور ناامید ہو کر واپس جانے لگا تو  
انہوں نے اسے آواز دی: ”اے جوان! ڈول اٹھا اور پانی نکال۔ پھر وضو کر کے  
نماز پڑھ۔ جب کوئی چیز آئے گی تو ہم تجھے دے دیں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تو  
ہمارے گھر سے خالی ہاتھ جائے۔“

چور نے جب یہ آواز سنی تو گھبرا سا گیا۔ پھر سوچنے لگا کہ مکان کے مالک کو  
میرا پتہ چل ہی گیا ہے تو مجھے اس کا کہنا مان لینا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے  
انکار کرنے پر وہ مجھے پکڑ کر کو تو ال کے حوالے کر دے۔ یہ سوچ کر اس نے ڈول  
اٹھایا، کنویں سے پانی نکال کر وضو کیا اور پھر نماز پڑھنے لگا۔

صبح ہوئی تو ایک شخص حضرت احمد کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک سو دینار  
پیش کیے۔ حضرت احمد نے چور کو اپنے پاس بلایا اور اسے وہ دینار دے کر کہا:  
”اے جوان! یہ لے۔ یہ تیری ایک رات کی نماز کا بدلہ ہے۔“

یہ سن کر چور کا سارا جسم کاچنے لگا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ  
روتے ہوئے کہنے لگا: ”افسوس کہ اب تک میں غلط راستے پر چلتا رہا اور برے کام  
کرتا رہا۔ میں نے صرف ایک رات خدا کی عبادت کی اور اس نے میرے حال پر

ایسا کرم کیا کہ ایک سودینار بھجوا دیئے۔ اگر ساری زندگی اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلوں تو نہ معلوم وہ میرے حال پر کیسی کیسی مہربانی کرے۔“  
یہ کہہ کر اس نے اسی وقت برے کاموں سے توبہ کی اور حضرت احمد کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

## بیٹیاں پھول ہیں

پھول جب شاخ سے کٹتا ہے، بکھر جاتا ہے  
پتیاں سوکتی ہیں، ٹوٹ کے اڑ جاتی ہیں  
بیٹیاں پھول ہیں  
ماں باپ کی شاخوں پر جنم لیتی ہیں  
ماں کی آنکھوں کی چمک بنتی ہیں  
باپ کے دل کا سکون ہوتی ہیں  
گھر کو جنت سا بنا دیتی ہیں  
ہر قدم پیار بچھا دیتی ہیں  
جب پھڑنے کی گھڑی آتی ہے  
ایک گھر میں تو اترتی ہے ادا سی لیکن  
دوسرے گھر کے سنورنے کا یقین ہوتا ہے  
بیٹیاں پھول ہیں  
اک شاخ سے کٹتی ہیں مگر  
سوکتی ہیں نہ کبھی ٹوٹی ہیں  
اک نئی شاخ پہ کچھ اور نئے پھول کھلا دیتی ہیں

☆.....☆.....☆

بزمِ اقبال

## ابلیس کی مجلس شوریٰ

(دوسرا حصہ)

اسرار زیدی

### پہلا مشیر

☆ اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام  
پختہ تر اس سے ہوئے غلامی میں عوام  
شیطان کی تقریر سن کر اس کی حکومت کا ایک رکن اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اس  
میں کوئی شک نہیں کہ جس شیطانی نظام حیات کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ بڑا پائے  
دار اور مضبوط ہے۔ کسی کے بس کی بات نہیں کہ اسے تبدیل یا ختم کر سکے۔ اسی  
نظام سے لوگوں کے مزاج اور ذہنیت میں غلامی رچ بس گئی ہے۔ وہ طاقت  
وروں کے سامنے مرعوب رہتے ہیں۔ ان کی کوئی آزادانہ سوچ نہیں۔  
☆ ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدر میں سجود  
ان کی فطرت کا تقاضا ہے نماز بے قیام  
ان لوگوں کے مقدر میں ہمیشہ سے جھکنا ہی ہے۔ ان کی زندگی کی مثال ایک  
ایسی نماز کی سی ہے جس میں قیام (کھڑا ہونے) کا رکن موجود ہی نہیں ہے، صرف  
رکوع و سجود ہے۔ یعنی اپنے آقاؤں کی غلامی اور پیروی ہی ان کی فطرت ہے۔  
☆ آرزو اول تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں  
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام  
یہ اسی نظام حیات کا اثر ہے کہ انسان اپنی آزادانہ سوچ اور فکر سے محروم ہو

چکے ہیں۔ ہر کوئی لکیر کا فقیر بنا نظر آتا ہے۔ اگر کوئی اپنے خیالات کو بلند کر بھی لے اور اپنے خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے کی کوشش کرے تو عملی طور پر اتنی مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کر دی جاتی ہیں کہ وہ راستے ہی میں ہمت ہار بیٹھتا ہے۔

☆ یہ ہماری سعی پیہم کی کرامت ہے کہ آج

صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

یہ شیطانی طاقتوں کی مسلسل کوشش ہی کا نتیجہ ہے کہ آج صوفیا اور علما بھی کلمہ

حق کہنے کی بجائے بادشاہوں اور حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

☆ طبع مشرق کے لیے موزوں یہی افیون تھی

ورنہ ”قوالی“ سے کچھ کم تر نہیں ”علم کلام“

ہم نے مشرق کے رہنے والوں (یعنی مسلمانوں) کو دونشہ آور چیزیں کھلا

رکھی ہیں: قوالی اور علم کلام۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صوفیا حلقوں میں تصوف کی

اصل روح غائب ہو چکی ہے جبکہ دینی حلقوں میں لوگ فروعی یا فلسفیانہ مسائل پر

بحث کرنے میں الجھے ہوئے ہیں۔ جس طرح افیون کھانے والا شخص ادگھتا رہتا

ہے اسی طرح یہ دونوں حلقے بھی حقیقی عمل سے بیگانہ ہیں۔

☆ ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا

کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام

مسلمان محض مذہبی رسومات کے پابند ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کی حیثیت ایک

ہجوم کی سی ہے جس میں اتحاد، یگانگت اور ربط نظر نہیں آتا۔ امت مسلمہ میں باطل

سے نکلنے کا جذبہ ختم ہو چکا ہے۔

☆ کس کی نومیدی پہ حجت ہے یہ فرمانِ جدید؟

”ہے جہاد اس دور میں مردِ مسلمان پر حرام“

ایک گمراہ شخص نے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر رہا تھا، برصغیر میں یہ فتویٰ صادر

کیا کہ اس عہد میں مسلمانوں کے لیے جہاد حرام ہے۔ اقبال اس فتویٰ پر دکھ کا

اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ صورت حال مسلمانوں کی ناامیدی اور مایوسی کو

ظاہر کرتی ہے۔

☆.....☆.....☆

دینی تعلیم

## قرآن سیکھیں، نجات پائیں!

محمد مبشر مکرم

✽ قرآن مجید کے اوصاف

☆ فرقان: حق اور باطل میں فرق کرنے والا

☆ شفا: جسمانی، قلبی، روحانی بیماریوں کے لیے شفا کے عاجلہ

☆ فیصل: اختلاف کو مٹا کر حق کا فیصلہ کرنے والا

☆ جبل اللہ: اس رسی کا ایک سر اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا ہمارے ہاتھوں میں۔

✽ قرآن والوں کی شان

☆ افضل ترین ہستی: سب سے افضل افراد قرآن مجید کے عالم عامل اور معلم ہیں۔

☆ معزز فرشتوں کی صف میں: قیامت کے دن مقربین فرشتوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔

☆ تاج پوشی: قرآن مجید کی شفاعت پر قاری کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔

☆ قاری کو کہا جائے گا کہ پڑھتا جا، چڑھتا جا۔ آخری آیت اس کی آخری منزل ہوگی۔

✽ تلاوت قرآن کے آداب

☆ ترتیل: خوب ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا

☆ تدبر: آیات پر غور و فکر کے ساتھ نصیحت حاصل کرنا

☆ فہم و عمل: قرآن پر عمل کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کا فہم حاصل ہو گیا ہے۔

☆ خوب صورت آواز: حدیث مبارکہ ہے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے دل کش بناؤ۔

☆.....☆.....☆

## ”سلام اے نوجوانانِ سعادت مند و باہمت“

شبیر بخاری

سلام اے نوجوانانِ سعادت مند و باہمت  
 سلام اے نوجوانانِ اطاعت کیش و باعظمت  
 سلام اے خالقِ خوبی و رعنائی کے شہکارو  
 سلام اے رحمۃ للعالمین کی آنکھ کے تارو  
 رموزِ ارتقائے زندگی کے ترجمان تم ہو  
 گلستانِ محبت کی بہارِ جاوداں تم ہو  
 روایاتِ عروجِ آدمیت کے امین تم ہو  
 یقیں کے جگمگاتے نور سے روشن جبیں تم ہو  
 تمہیں معلوم ہے قوموں کی عزت ہے جوانوں سے  
 جہاں کی آن و بان و شان و شوکت ہے جوانوں سے  
 جواں ہی قوم کا معیارِ عزم و استقامت ہیں  
 جواں ہی ملک کا سرمایہ صدق و دیانت ہیں  
 جواں ہی قوم کی کشتی کو طوفاں سے بچاتے ہیں  
 جواں ہی ملک کو قعرِ مذلت سے اٹھاتے ہیں  
 جوانی روشنی ہے، آگہی ہے، شادمانی ہے  
 جوانی ہر نوائے سرمدی کی ترجمانی ہے  
 خداوند! نسیم جانفزا جب تلملاتی ہے  
 گجر دم اوس جب آ کر گلوں کا منہ دھلاتی ہے  
 کلی جب صحن گلشن میں خوشی سے مسکراتی ہے  
 دل شبیر سے یہ دم بہ دم آواز آتی ہے

قسم ہے ان کی بے باک و جفاکش نوجوانی کی  
 قسم ہے ان کی مصروف ریاضت زندگانی کی  
 قسم ہے ان کے چہروں پہ چمکتی کامرانی کی  
 قسم ان کی نگاہوں میں لرزتی شادمانی کی  
 قسم ان جوش میں اٹھے ہوئے بے باک سینوں کی  
 قسم ان طیش میں بھری ہوئی سرکش جبینوں کی  
 قسم اس عزم کی جو تختہ باطل الٹ دے گا  
 قسم اس جزم کی جو گردش گردوں پلٹ دے گا  
 قسم اس علم کی جو دقتیں پیہم اٹھائے گا  
 قسم اس صبر کی جو زیرِ خنجر مسکرائے گا  
 قسم اس کیف کی جو بادۂ وحدت میں جھوے گا  
 قسم اس عشق کی جو دار کی رسی کو چومے گا  
 قسم اس درد کی جو نغمہ غیرت الاپے گا  
 قسم اس وجد کی جو تیغ کی دھاروں پہ ناچے گا  
 قسم اس شعر کی جو روح ہستی کپکپا دے گا  
 جوانوں کے دلوں سے شورشِ طوفاں اٹھا دے گا  
 ارادے تملائیں گے، عزائم گدگدائیں گے  
 یہ جانبازانِ پاک اپنی نئی دنیا بسائیں گے  
 انہی کے دم سے حق کا بول بالا ہونے والا ہے  
 زمانے کے اندھیروں میں اُجالا ہونے والا ہے  
 (1952ء)

☆.....☆.....☆

حالاتِ حاضرہ

## ہمارا نظامِ تعلیم

اک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

ڈاکٹر آمنہ خواجہ

خاندانِ سلاہتہ کے کسی بادشاہ کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے اپنے وزراء کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”ہماری سلطنت اطرافِ عالم میں پھیل رہی ہے۔ جو کچھ عامۃ الناس کی بہبود کے لیے کیا جاسکتا ہے، وہ ہم کر رہے ہیں لیکن بہر حال اس سلطنت کے دشمن بھی ہیں جو اس کی سرحدوں پر تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ معلوم نہیں کب وہ اس نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش میں لگ جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے وزیرِ اعظم غور کر کے اس صورت حال سے بچنے کے لیے لائحہ عمل ترتیب دیں۔ وہ اس سلسلے میں جو بھی خرچ کرنا چاہیں، حاضر ہے۔ ہمیں ان پر پورا اعتماد ہے۔ بس وہ اس بات کی سعی کریں کہ ہماری سلطنت کے دشمن اس طرف کبھی میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکیں۔“

کافی عرصہ گزر گیا، بادشاہ نے دوبارہ مجلسِ بلائی۔ وزیرِ اعظم سے کہا: ”ہم نے اس معاملے میں آپ کو پورا اختیار دیا تھا اور خزانوں کے منہ کھول دیے تھے۔ ہم نے کہا تھا کہ تیر و تفنگ تیار کرو، اسلحے کی فیکٹریاں لگاؤ، لوگوں کی فوجی تربیت کے لیے ادارے بناؤ، قوم کے بچے بچے میں جہاد کی روح پھونک دو۔ لیکن جس پیمانے پر اور جس شان سے یہ کام ہونا چاہیے تھا، ہمیں اور ہمارے وزراء کو اس کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔“

وزیرِ اعظم نے یہ باتیں سن کر کہا کہ اس نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا ہے۔ اس

سے بڑھ کر کچھ کرنے کا نہ اس کا ارادہ ہے اور نہ وہ اس کی ضرورت ہی محسوس کرتا ہے۔ بادشاہ نے حیرت سے پوچھا: ”تم نے ایسا کیا کام کیا ہے؟ ہمیں تو اپنے اردگرد ایسا کچھ نظر نہیں آتا۔“

وزیر اعظم نے بادشاہ کے اس سوال کا جو جواب دیا، اس میں ایسی ہر قوم کے لیے بڑا سبق ہے جو اپنے مستقبل کے حوالے سے کسی درجے میں بھی سنجیدگی سے غور کرتی ہو۔ اس نے کہا: ”جو کچھ میں نے بیت المال سے لیا، اسے پوری دیانت داری کے ساتھ صحیح مصرف پر خرچ کیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو اب کوئی شخص اس ملک کی طرف بری نظروں سے نہ دیکھ سکے گا۔ آپ اطمینان رکھیے۔ جیسے قلعے میں نے تعمیر کیے ہیں، کسی سلطنت میں کم ہی تعمیر ہوئے ہوں گے۔ جیسی سپاہ میں نے تیار کی ہے، کسی ریاست نے نہ دیکھی ہوگی۔ جس طرح کے سالار میرے ہاں آپ کو ملیں گے، دنیا میں کہیں نہیں ملیں گے۔ میں نے پوری سلطنت میں تعلیم گا ہوں کا ایک جال بچھا دیا ہے۔ جیسے لوگ یہاں تیار ہوں گے، جیسا کچھ وہ دین و دنیا کو سمجھیں گے، علوم و فنون پر ان کی جیسی گرفت ہوگی، جس سیرت اور کردار کے ساتھ وہ اٹھیں گے، اس کے بعد اس قوم کی طرف کوئی شخص بری نظروں سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ جس قوم میں کردار کی پختگی ہے، جس کی تعلیم کا معیار صحیح ہے، جس کا نصب العین صحیح طریقے پر اس کی آئندہ نسلوں کو منتقل ہو گیا ہے، میرا ایمان ہے کہ اس کا مستقبل ہر قسم کے خطرے سے محفوظ اور مامون ہے۔“

ان سب امور کو سامنے رکھ کر جب آج ہم اپنے نظام تعلیم کا جائزہ لیتے ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس شعبے کے بارے میں ہمارے ارباب اقتدار اور اہل علم سب سے زیادہ بے نیاز ہیں وہ یہی شعبہ ہے۔ مفکر پاکستان

علامہ اقبال اور معمار پاکستان قائد اعظم کی آرزوؤں اور خواہشات کے برعکس وہ قوم تیار نہ ہو سکی جو ہمارے اسلاف اور سابقوں الاولون کا عکس ہوتی۔ قائد اعظم کے بعد ان کے جانشینوں میں کچھ کھوٹے سکے بھی شامل ہو گئے جنہوں نے پاکستانی قوم کی رہنمائی کا حق ادا نہ کیا بلکہ الٹا اپنے مغربی آقاؤں کی فرماں برداری میں ہی لگے رہے۔

پاکستان کو وجود میں آئے 73 سال ہو چکے ہیں مگر اسلام کے حوالے سے حالات دگرگوں ہیں اور یہ اسی لیے ہے کہ قوم کی قسمت کا فیصلہ کرنے والے حلقوں میں آزاد منہش اور مغرب کی مرعوبیت میں گرفتار افراد اکثریت میں رہے ہیں۔ مخلص، درد مند اور صاحب کردار لوگوں کو آگے آنے سے ہمیشہ روکا گیا ہے۔

موجودہ حکومت نے اقتدار میں آنے سے پہلے یکساں قومی نصاب کا تصور اس بنیاد پر پیش کیا تھا کہ ملک میں تعلیم کے مختلف سلسلے چل رہے ہیں جس سے معاشرتی ناہمواری اور کمزور طبقات کے لیے محرومی جنم لیتی ہے۔ ان کا موقف تھا کہ پورے ملک میں یکساں تعلیمی نصاب ہونا چاہیے تاکہ قوم کے بچوں کو زندگی کے مسائل کا سامنا کرنے کے لیے ایک جیسی بنیاد میسر آ سکے۔

بات تو یہ دل کو لگتی ہے مگر معروضی صورت حال یہ ہے کہ حکومت کا یکساں نصاب بری طرح متنازعہ ہو چکا ہے۔ ایسے ماہرین جو دینی جذبہ رکھتے ہیں وہ تعلیمی نصاب کی لادینیت اور آزاد وضع پر تنقید کر رہے ہیں جبکہ سیکولر اور لبرل لابی اپنے بیرونی سرپرستوں کے زیر ہدایت اسلامیات کے نصاب پر اعتراضات اٹھا رہی ہے۔ ان حالات میں وفاقی وزیر تعلیم نے پسپائی اختیار کرتے ہوئے کئی اعلان کیے۔

پہلا اعلان یہ تھا کہ ہم ”او“ لیول، ”اے“ لیول اور دیگر بیرونی امتحانات پر کوئی پابندی نہیں لگا رہے۔ یعنی بیرونی امتحانات اور بیرونی نصاب کی تدریس جاری رہے گی۔ دوسرا اعلان یہ فرمایا کہ ہم جو نصاب لا رہے ہیں اس کی حیثیت core curriculum کی ہوگی۔ ادارے اور صوبے اگر اس میں کمی بیشی کرنا چاہیں تو وہ آزاد ہیں اور ایسا کر سکتے ہیں۔ ان اعلانات کے بعد یکساں نصاب کے غبارے سے تو ہوا بالکل ہی نکل گئی ہے۔

پرائیویٹ سکول اور سرکاری سکول تو مجوزہ نصاب میں تبدیلی کے مجاز ہیں۔ رہ گئے دینی مدارس تو درحقیقت وہی یکساں قومی نصاب کا اصل ہدف ہیں۔ پچھلے سال کے آخر میں وفاقی وزارت تعلیم اور ”اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان“ کے درمیان جو تحریری معاہدہ ہوا تھا، اس میں یہ شق موجود ہے کہ دینی مدارس اپنے ہاں ”یکساں نصاب“ نافذ کریں گے۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ سارا دھندا محض دینی مدارس کو کنٹرول میں لانے کے لیے ہو رہا ہے۔ اب دینی مدارس کے وفاتوں اور دینی تنظیمات کا یہ کام ہے کہ وہ اس مسئلہ پر غور کریں اور درست فیصلوں کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالیں۔

☆.....☆.....☆

ذرا سوچیے

## سردیوں کی دوراتیں!

مریم خنساء

سخت سردی کا موسم اور رات کا وقت۔ اپنا گھر ہوتا تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔ فضل بن یحییٰ کے پاس مال و دولت کی کون سی کمی تھی۔ ان کے عالی شان محل کے ہر کمرے میں آتش دان دن رات جل کر کمرے گرم کرتے رہتے تھے، مگر یہ جیل تھی۔ نہ جانے خلیفہ کو ان سے کس بات پر بخش ہو گئی کہ انہیں اور ان کے بوڑھے والد یحییٰ بن خالد برکی کو جیل بھیج دیا۔ فضل اور یحییٰ دونوں نماز کے بے حد پابند تھے۔ یحییٰ بوڑھے آدمی تھے اور نجیف و نزار۔ جوڑوں کے درد کے مریض۔ ٹھنڈے پانی سے وضوان کے لیے جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

فضل کو اپنے والد کی بیماری کا بخوبی احساس تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ روزانہ عصر کی نماز پڑھ کر جیل کے داروغوں کی اجازت سے جیل سے باہر جاتے اور رات کو والد کے لیے گرم پانی کرنے کی خاطر لکڑیاں اکٹھی کر لاتے۔ یوں پانچوں وقت یحییٰ بن خالد کو وضو کے لیے گرم پانی مل جاتا۔ آگ جلانے سے کمرہ بھی کسی قدر گرم ہو جاتا۔ لیکن آج نہ جانے خلیفہ کی ہدایت کا نتیجہ تھا یا داروغوں کا اپنا طرز عمل کہ باہر سے لکڑیاں چن کر لانے کی اجازت نہ مل سکی۔ پہلی لکڑیاں ختم ہو چکی تھیں۔ دن کو تو کسی نہ کسی طرح کام چل گیا لیکن رات کو سردی میں یحییٰ کے لیے ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا مشکل تھا۔

فضل بن یحییٰ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کے والد پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا کبھی بھی پسند نہیں کریں گے۔ بہر حال وہ ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیں گے۔

نتیجتاً ان کی صحت گر جائے گی۔ آخر فضل بن یحییٰ کے ذہن میں ایک ترکیب آئی لیکن مشکل یہ تھی کہ اپنے والد کے جاگتے ہوئے اسے عملی جامہ پہنانا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ لہذا فضل بن یحییٰ بے چینی سے والد کے سونے کا انتظار کرتے رہے۔ عشاء کی نماز کے بعد بالآخر یحییٰ بن خالد کی آنکھ لگ گئی تو فضل بن یحییٰ اٹھے۔ پانی گرم کرنے والا برتن اٹھایا، اس میں پانی بھرا اور کمرے میں جلتے ہوئے چراغ کی لو کے پاس لا کر پکڑے رکھا۔ چراغ کی لو پر تیل ٹھنڈے پانی کا گرم ہونا تو ممکن نہ تھا لیکن ان کو یہ اطمینان ضرورت تھا کہ اس طرح پانی کی ٹھنڈک کچھ کم ہو جائے گی۔ سردی کی ٹھٹھرتی ہوئی طویل رات میں وہ اسی طرح سحری تک چراغ کی لو کے پاس پانی کا برتن لیے کھڑے رہے۔

اس دوران یقیناً ان کے ذہن میں رسول کریم ﷺ کا بیان کیا ہوا وہ واقعہ آتا رہا ہوگا کہ تین اشخاص کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ راستے میں طوفان آ گیا۔ پناہ لینے کے لیے وہ ایک غار میں گھس گئے۔ اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ ایک بڑا سا پتھر اوپر سے گر کر غار کے منہ پر جم گیا۔ اب باہر نکلنے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔ پتھر ہٹانے کے لیے بہتیرا زور لگایا مگر بے سود۔ آخر تینوں نے سوچا کہ محض اللہ کی رضا کی خاطر کیے ہوئے عمل کا واسطہ دے کر دعا مانگیں۔ ان میں سے ایک شخص کی دعا یہ تھی کہ: ”یا اللہ! میری ماں بوڑھی تھی۔ میں بکریاں چرانے جاتا تھا۔ ایک دن میں بکریاں چرا کر آیا تو ماں سوچکی تھی۔ بیوی بچوں نے مجھ سے پینے کے لیے دودھ مانگا، مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ وہ میری ماں سے پہلے دودھ پی لیں۔ ماں کو نیند سے اٹھانا بھی خلاف ادب معلوم ہوا۔ لہذا میں نے بیوی بچوں کو ماں سے پہلے دودھ پلانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ میں سردیوں میں ساری رات دودھ کا پیالہ لے کر ماں

کے سر ہانے کھڑا رہا کہ اس کی آنکھ کھلے تو وہ دودھ پی لے۔ یا اللہ! میں نے یہ کام صرف تیری رضا کی خاطر کیا تھا۔ لہذا اس آزمائش سے نجات دے دے۔ اس دعا پر پتھر کھسک گیا اور وہ سب باہر نکل آئے۔

وہ بھی سردیوں کی رات تھی اور یہ بھی سردیوں کی رات۔ وہ شخص ماں کے لیے ساری رات جاگتا رہا اور فضل بن یحییٰ اپنے بیمار باپ کے لیے۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ تھا اور فضل بن یحییٰ کے ہاتھ میں پانی کا۔

والدین کی خدمت سے متعلق یہ طرز عمل ہم سب کو دعوت غور و فکر دے رہا ہے۔ آئیے تو ذرا سوچیں کہ ہم والدین کے سکھ کے لیے کتنی قربانی دیتے ہیں!

☆.....☆.....☆

## انسانیت پر مبنی فیصلہ!

ملزم ایک پندرہ سالہ لڑکا تھا۔ ایک دکان سے چوری کرتا ہوا پکڑا گیا۔ پکڑے جانے پر گارڈ کی گرفت سے بھاگنے کی کوشش کی۔ اس مزاحمت کے دوران دکان کا ایک شیلیف بھی ٹوٹا۔ جج نے فرد جرم سنی اور لڑکے سے پوچھا: ”تم نے واقعی کچھ چرایا تھا؟“

”بریڈ اور پیئر کا پیکٹ“ لڑکے نے اعتراف کر لیا۔

”کیوں؟“ جج نے پوچھا۔

”مجھے ضرورت تھی“ لڑکے نے مختصر سا جواب دیا۔

”خرید لیتے“ جج نے کہا۔

”پیسے نہیں تھے۔“

”گھروالوں سے لے لیتے۔“

”گھر پر صرف ماں ہے۔ بیمار ہے اور بے روزگار۔ بریڈ اور پیئر اسی کے

لیے چرائی تھی۔“

”تم کچھ کام نہیں کرتے؟“

”کرتا تھا ایک کارواش میں۔ ماں کی دیکھ بھال کے لیے ایک دن کی چھٹی

کی تو نکال دیا گیا۔“

”تم کسی سے مدد مانگ لیتے۔“ جج نے کہا۔

”صبح سے مانگ رہا تھا۔ کسی نے کچھ نہیں دیا۔“

جرح ختم ہوئی اور جج نے فیصلہ سنانا شروع کیا: ”چوری اور خصوصاً بریڈ کی

چوری بہت ہولناک جرم ہے اور اس جرم کے ذمہ دار ہم سب ہیں۔ عدالت میں موجود ہر شخص، مجھ سمیت، اس چوری کا مجرم ہے۔ میں یہاں موجود ہر فرد اور خود پر 10 ڈالر جرمانہ عائد کرتا ہوں۔ 10 ڈالر ادا کیے بغیر کوئی شخص عدالت سے باہر نہیں جاسکتا۔“ یہ کہہ کر جج نے اپنی جیب سے 10 ڈالر نکال کر میز پر رکھ دیے۔

”اس کے علاوہ میں سٹور انتظامیہ پر 1000 ڈالر جرمانہ کرتا ہوں کہ اس نے ایک بھوکے بچے سے غیر انسانی سلوک کرتے ہوئے، اسے پولیس کے حوالے کیا۔ اگر 24 گھنٹے میں جرمانہ جمع نہ کرایا گیا تو عدالت سٹور کو سیل کرنے کا حکم دے گی۔“

فیصلے کے آخری الفاظ یہ تھے: ”سٹور انتظامیہ اور حاضرین پر جرمانے کی رقم لڑکے کو ادا کرتے ہوئے عدالت اس سے معافی طلب کرتی ہے۔“

فیصلہ سننے کے بعد حاضرین تو اشک بار تھے ہی، اس لڑکے کی تو گویا ہچکیاں بندھ گئی تھیں اور وہ بار بار جج کو دیکھ رہا تھا!

(بھکر یہ: ماہنامہ ”البرہان“ لاہور)

☆.....☆.....☆

نہی عن المنکر

## دین خیر خواہی کا نام ہے

احمد خان

یاسر کے والد سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ایک اچھے منتظم کی طرح سکول چلا رہے تھے کہ فالج کا شکار ہو گئے، اور ہمیشہ کے لیے بستر سے لگ رہے۔ محکمے نے ایک ماہ تک ان کی صحت یابی کا انتظار کیا اور بالآخر انہیں ریٹائر کر دیا۔ یہیں سے ان کے مصائب کا آغاز ہو گیا۔ انہوں نے ساری عمر انتہائی دیانت داری سے رزق حلال کماتے ہوئے گزاری۔ سبھی لوگ ان کی شرافت اور ایمان داری کی تعریف کرتے تھے۔

یاسر اپنے ابو کی بیماری پر بہت پریشان ہوا۔ وہ ایک متحرک باپ کو بے حس و حرکت دیکھتا تو دل دکھی ہو جاتا۔ گھر کی ذمہ داریوں کا سارا بوجھ اس کے بھائی ناصر کے کندھوں پر آ گیا تھا۔ بیمار باپ پر اٹھنے والے اخراجات اور دوسری ذمہ داریوں نے ناصر کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ اس کی تنخواہ اتنے زیادہ اخراجات کے مقابلے میں ناکافی تھی۔ اس نے کچھ دوستوں اور رشتہ داروں سے قرض بھی لیا مگر بات بنتی نظر نہ آئی اور حالات بدستور بگڑتے رہے۔ مگر پھر اچانک ہی یاسر نے محسوس کیا کہ ناصر اب بہت مطمئن نظر آنے لگا ہے۔

وقت گزرا اور حالات نے یوں پلٹا کھایا کہ یاسر حیران رہ گیا۔ پہلے ان کے گھر میں رنگین ٹی وی آیا تو مارے خوشی کے وہ ساری رات نہ سویا۔ اگلے دن وہ گلی، محلے کے ایک ایک لڑکے کو بتاتا پھرا کہ ہمارے ہاں رنگین ٹی وی آیا ہے۔ پھر فریج آیا۔ چیزوں کی قطاریں بندھتی چلی گئیں اور خوشی عام ہوتی گئی۔

یاسر کو اس کے بھائی نے سکول آنے جانے کے لیے سائیکل لے دی تھی۔

اس کی ضرورت کی ہر چیز اسے مل جایا کرتی تھی۔ ادھر وہ خواہش منہ سے نکالتا، ادھر اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی۔ اسے ہر قسم کی آزادی تھی، لیکن وہ کبھی بھی حد سے نہیں بڑھا تھا۔ وہ ہر کام اپنے وقت پر کرنے کا عادی تھا۔

ایک دن یاسر شام کے وقت کھیل کر آیا تو اس نے اپنے گھر کے دروازے پر پولیس کھڑی دیکھی۔ ناصر ان سے باتیں کر رہا تھا۔ یاسر نے قریب ہو کر ان کی باتیں سننا چاہیں تو ناصر نے اسے ڈانٹ کر اندر بھیج دیا۔ وہ چپ چاپ اندر چلا گیا۔ وہ حیران تھا کہ پولیس یہاں کیوں آئی ہے!

کچھ دیر بعد پولیس چلی گئی تو اس نے اندر لوٹے ناصر بھائی سے سوال کیا: ”بھائی جان! پولیس کس لیے آئی تھی؟“

”ایں..... ہیں..... اوہ! ہاں..... ایسے ہی ذرا کچھ کام تھا۔“ ناصر نے ایسے انداز میں جواب دیا جو اس کی پریشانی کو ظاہر کر رہا تھا۔

”مگر بھائی جان! آپ تو ان کے درمیان ایسے لگ رہے تھے جیسے مجرم ہوں۔“ یاسر کی زبان پر وہ لفظ آ ہی گیا جسے کہتے ہوئے وہ جھجک رہا تھا۔

”تم خاموش نہیں رہ سکتے۔“ ان کی آواز اتنی زور سے نکلی جو اس نے ساری زندگی نہیں سنی تھی۔ ”جاؤ! جا کر اپنا کام کرو۔ دماغ مت چاٹو میرا!“ وہ دوبارہ گرجے اور یاسر کان پلینٹ کر خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

یاسر اپنے بستر پر گر کر رو پڑا۔ آنسو اس کے معصوم گالوں پر بہتے رہے۔ کچھ ہی دیر بعد کسی نے اس کے چہرے پر ہتے آنسو ہاتھ سے صاف کیے تو وہ چونک پڑا۔ یہ اس کی امی تھیں۔ انہوں نے کہا: ”بیٹا! تمہارے بھائی آج کل بہت پریشان ہیں۔ تم ان کی باتوں پر ناراض نہ ہونا۔ پریشانی ہو تو آدمی کو خیال ہی نہیں

رہتا کہ وہ کسی سے کیا کہہ رہا ہے۔“

”امی جان! میں ناراض تو نہیں ہوا۔ میں تو پوچھ رہا تھا کہ پولیس یہاں کیوں آئی تھی۔ کیا یہ کوئی برا سوال تھا جس پر وہ ناراض ہوئے؟“

”نہیں بیٹا، برا نہیں مگر تم نہیں جانتے کہ.....“ وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئیں اور اسے گلے سے لگا لیا۔ کچھ دیر بعد یاسر نے سر اٹھا کر دیکھا تو امی کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

اگلی صبح وہ سکول جانے کے لیے نکلا تو گلی کے موڑ پر چند لڑکے کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں طنز اتر آیا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ قریب سے گزرا تو ایک لڑکے نے آوازہ کسا:

”کر لو بیٹا عیش..... رشوت کے پیسوں سے۔“

سائیکل کے پیڈل پر پاؤں چلاتے وہ ذرا دیر کورکا اور سوچا: رشوت کے پیسے؟ کون رشوت کے پیسوں سے عیش کرتا ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بھیا تو انتہائی ایمان دار اور بڑے شریف ہیں۔ اس لڑکے نے ایسا کیوں کہا؟ بس اتنا سوچتے ہی یاسر سائیکل سے نیچے اتر آیا اور اس لڑکے کو جا پکڑا۔ وہ لڑکا اس سے بڑا تھا، اس نے جھکادے کرا سے دھکا دیا۔ وہ دور کہنی کے بل جاگرا اور بازو چھل گیا۔ وہ پھر لپکا۔

”رشوت کے پیسے تم لاتے ہو ہمارے گھر؟“

اس لڑکے نے اب اسے دھکا دینے کی بجائے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا۔

”ہم کیوں تمہارے گھر رشوت لائیں۔ تمہارے اپنے جو موجود ہیں رشوت لانے کے لیے!“

وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ ”تمہارا مطلب ہے میرے بھائی جان؟“

”جی ہاں، آپ کے بھائی جان رشوت لیتے ہیں۔“

”کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟“

”ثبوت تو وہ پولیس لائی تھی جو کل تمہارے دروازے پر کھڑی تھی۔“ اس لڑکے نے اب اس کے بازو چھوڑ دیئے۔ ”اور رشوت دے کر ہی وہ کل گرفتاری سے بچے تھے۔“

ناصر کو تو وہ بہت اچھا اور مثالی انسان سمجھتا تھا۔ وہ تو اس کے آئیڈیل تھے۔ یہ انہوں نے کیا کیا! رشوت لینا شروع کر دی۔ رشوت جس کے متعلق وہ روزانہ ہی اپنے سکول میں لکھی یہ عبارت پڑھتا تھا کہ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔ پھر ابھی کل ہی اس نے بچوں کے اخبار میں حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ قول پڑھا تھا کہ جس نے حرام کا ایک لقمہ بھی کھایا اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اور وہ کتنے ہی عرصے سے اپنے بھائی کے کمائے ہوئے حرام لقمے کھاتا آیا تھا۔ یہ سوچ کر اس کے جسم کو جھرجھری سی آگئی۔ اس نے خاموشی سے سائیکل اٹھایا اور واپس گھر کی طرف پیدل ہی چل پڑا۔

گھر میں داخل ہوا تو امی پریشان ہو گئیں۔ پھر ان کی نظر اس کے بازو پر پڑی جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ ”یہ کیا ہوا میرے لال؟ کہیں گر پڑے کیا؟ تمہیں کتنی مرتبہ کہا ہے سائیکل احتیاط سے چلانا۔“

”امی جان میں سائیکل سے تو نہیں گرا۔“ یاسر نے جواب دیا۔ ”گرا تو آج

کوئی اور ہے، عظمت کی بلند یوں سے۔“

”یہ کیا کہہ رہے ہو بیٹا؟ میں سمجھی نہیں۔“

”امی جان! بھائی جان رشوت لیتے ہیں؟“

”تمہیں یہ کس نے کہا؟“ امی چونک سی پڑیں۔

”کل پولیس ہمارے گھر کس لیے آئی تھی؟“

تب وہ خاموش ہو گئیں۔ شاید وہ یہ حقیقت پہلے سے جانتی تھیں۔ یاسر یہ سوچ کر اور بھی تڑپ اٹھا۔

”امی جان! آپ جانتی تھیں کہ بھائی جان رشوت لیتے ہیں؟“

”ابھی کچھ دن پہلے ہی مجھے اس حقیقت کا پتا چلا۔ تمہیں تو کچھ بھی دکھ نہیں ہوا ہوگا جتنا مجھے ہوا تھا یا سر بیٹا۔“

”آپ نے انہیں سمجھایا نہیں۔“

”بہت سمجھایا بیٹے، لیکن وہ اس راستے پہ بہت دور نکل چکا ہے۔“

”مگر ہم حرام تو نہیں کھا سکتے ناں!“ یاسر کے لہجے میں مضبوطی تھی۔ ”میں خود

بھائی جان سے بات کروں گا۔“

”نہیں، تم ہرگز اس سے بات نہ کرنا۔ تم اس سے چھوٹے ہو، پھر جس نے

میری بات نہیں مانی وہ بھلا تمہاری کیا مانے گا!“

”مگر امی جان؟“ یاسر نے احتجاج کیا۔

”بس بیٹا تم خاموش رہو گے۔“ اس بار لہجے میں حکم تھا، چنانچہ وہ مزید کچھ نہ بولا۔

کچھ دن اسی کیفیت میں گزرے۔ کلاس میں بیٹھے بیٹھے وہ کہیں کا کہیں پہنچ

جاتا۔ ایک دن اسلامیات کے استاد عنایت صاحب قرآن کی ایک آیت کی

تشریح کر رہے تھے کہ انسان کو اپنے ہر معاملے میں کسی نہ کسی سے مشورہ ضرور کر

لینا چاہیے۔ اس سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

یاسر کے دل میں بھی امید کا تارہ چمکا کہ اس کا معاملہ بھی مشورے سے حل ہو

سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے چھٹی کے بعد عنایت صاحب سے بات کی۔

”سر! میرا ایک مسئلہ ہے۔ میں آپ سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیوں نہیں بیٹے، عنایت صاحب نے بڑے شفیق انداز میں کہا۔ ”بیٹھو!

کیا بات ہے؟“

”سر! میں اپنا گھر چھوڑنا چاہتا ہوں، وہاں مزید رہنا میرے لیے عذاب ہے۔

میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کام کی تلاش میں میری مدد کر دیں تو میں آپ کا

احسان مند رہوں گا۔“ یاسر نے جب بلا تمہید اتنی اہم بات کسی جھجک کے بغیر کہہ دی تو

عنایت صاحب کے چہرے پہ حیرانی کا تاثر ابھر آیا۔ انہوں نے بڑی گہری نظروں

سے یاسر کے چہرے پہ چھائی ہوئی معصومیت اور بھول پن کا جائزہ لیا، پھر بولے:

”میں تمہاری ہر طرح سے مدد کروں گا۔ بیٹے، لیکن پہلے تم مجھے ساری بات

بتاؤ کہ تم کس لیے گھر چھوڑنا چاہتے ہو۔“

یاسر نے ساری بات بتانا شروع کی۔ عنایت صاحب دلچسپی سے اس کی

باتیں سنتے رہے۔ سب باتیں بتانے کے بعد یاسر نے کہا:

”سر! میں تو چاہتا ہوں کہ آج سے بلکہ ابھی سے گھر چھوڑ دوں۔ بس مجھے

کوئی کام دلادیں۔“

”بیٹا! گھر چھوڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ پھر ذرا ذرا سی بات پر گھر چھوڑ دینا

اچھا نہیں۔“

”سر یہ ذرا سی بات تو نہیں۔“

”کوئی بھی بات، کوئی بھی مسئلہ بڑا نہیں ہوتا۔ اسے ہمارا عمل بڑا کر دیتا ہے۔“

”میں سمجھا نہیں سر؟“ یاسر نے حیرانی سے پوچھا۔

”دیکھو تمہارا بھائی رشوت لیتا ہے۔ تم اسے روک نہیں سکتے اس لیے یہ تمہارے لیے بہت بڑا مسئلہ بن گیا۔ اگر تم اسے روک سکتے تو یہ مسئلہ انتہائی معمولی سمجھا جاتا۔“

”سمجھ گیا سر! لیکن بھائی جان کو کون سمجھائے!“

”چلو آج میں ان سے بات کرتا ہوں۔ شاید وہ میری بات مان جائیں۔“

عنایت صاحب کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”سر وہ نہیں مانیں گے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ عنایت صاحب مسکرائے۔ ”تم نے بتایا تھا ناں کہ وہ پہلے رشوت نہیں لیتے تھے، چند مہینوں سے ہی شروع کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کی طبیعت میں کچھ نہ کچھ نیکی ضرور ہے۔ وہ کتنے بچے گھر آ جاتے ہیں؟“

”آگئے ہوں گے سر!“

گھر پہنچ کے اس نے عنایت صاحب کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور دوڑ کر بھائی جان کو بلا لایا۔ ناصر نے عنایت صاحب سے ہاتھ ملایا اور یاسر کو چائے لانے کو کہا۔ چائے آنے تک تو ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ چائے پینے کے بعد انہوں نے یاسر کو قریب بٹھالیا اور ناصر سے بولے:

”آج میں اس بچے کی وجہ سے آیا ہوں۔“

”کیوں، کیا اس نے کچھ کیا ہے؟“ ناصر نے حیرانی سے پوچھا۔

”نہیں، یہ آپ کی وجہ سے پریشان ہے۔“ عنایت صاحب نے کہا۔

”میری وجہ سے؟ میں سمجھا نہیں۔“

”ناصر صاحب! آپ برا نہ منائیے گا، میں صاف بات کروں گا۔ یاسر کو اصل میں پتا چل گیا ہے کہ آپ رشوت لیتے ہیں۔ وہ اس وجہ سے پریشان ہے اور

مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں اپنا گھر چھوڑنا چاہتا ہوں، مجھے کہیں کام دلادیں۔“

”کیا؟“ یہ بات سن کر ناصر کا منہ کھلا رہ گیا۔

”جی ہاں، خدا کا شکر ہے کہ آپ کا بھائی نیکی اور بدی کی تمیز کے معاملے میں بہت حساس ہے۔ اسے آپ سے توقع نہیں تھی کہ آپ بھی رشوت لیں گے۔“

ناصر کچھ دیر خاموش رہا اور یاسر کی طرف ہی دیکھتا رہا۔ پھر بولا:

”سر! رشوت میں لیتا ہوں، اس سے انکار نہیں مجھے! لیکن اپنی ذات کے لیے نہیں لیتا۔ اپنے گھر اور گھر والوں کے لیے ہی لیتا ہوں۔ گھر کے اخراجات ہی اتنے بڑھ گئے تھے کہ رشوت کے بغیر گزارہ ممکن ہی نہیں رہا۔“

عنایت صاحب مسکرا پڑے اور کہا: ”ہر رشوت لینے والے کے پاس یہی جواز ہوتا ہے اور آپ نے بھی اپنے غلط کام کا سارا الزام اپنے گھر والوں پر ڈال دیا۔“

”میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں“ ناصر نے جواب دیا۔ ”ابو کی بیماری پر بہت خرچ اٹھ رہا ہے، پھر میں مقروض ہو گیا تھا۔“

”ناصر صاحب! آپ کے والد انتہائی ایمان دار ملازم تھے۔ اور میں جانتا ہوں کہ انہیں آپ کا رشوت لینا ہرگز اچھا نہیں لگے گا۔ آپ کی والدہ بھی آپ کو روکتی ہیں۔ ایک آپ کا بھائی ہے، وہ بھی اس چیز کے مخالف ہے۔ پھر آپ کس کے لیے رشوت لیتے ہیں؟“

”سوچا ہے سر! کئی بار سوچا ہے لیکن اخراجات ہی اتنے.....“

”اخراجات بڑھ جائیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ رشوت لے کر ہی پورے کیے جائیں۔“ عنایت صاحب نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”اخراجات پورے کرنے کے لیے شام کے وقت کوئی دوسری ملازمت کر لیں۔“

”کیا مطلب؟“ ناصر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”میرے ایک دوست کے سکول میں صبح و شام کلاسیں ہوتی ہیں۔ وہاں شام کے وقت ایک استاد کی جگہ خالی ہے۔ تم وہاں پڑھا سکتے ہو۔“

”کیا واقعی سر!“ ناصر نے حیرانی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے کہا۔

”ہاں بھئی واقعی!“

تب ناصر نے پیار سے یاسر کی طرف دیکھا اور کہا: ”پہلے تو مجھے تمہاری اس بات پر غصہ آیا تھا لیکن اب خوشی ہے کہ تم نے مجھے اس راستے پر مزید آگے بڑھنے سے بچا لیا جس پر تباہی ہے۔“

یاسر نے خوشی سے ان کی طرف دیکھا اور اندر دوڑ گیا تاکہ اپنی امی کو بھی یہ خوش خبری سناسکے۔

عنایت صاحب اٹھے اور بولے: ”ناصر صاحب! ایک بات تو آج ثابت ہو گئی کہ اگر گھر والے چاہیں تو وہ اپنے بھائی کو، باپ کو یا بیٹے کو رشوت لینے سے روک سکتے ہیں۔ جب وہ خود کہیں گے کہ ہم رشوت کی کمائی نہیں کھانا چاہتے تو آپ کس کے لیے کمائیں گے!“

”جی سر! آپ نے درست کہا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری رہنمائی فرمائی۔“

”ناصر صاحب! برائی کہیں بھی ہو، کسی سے بھی تعلق رکھتی ہو، جب آپ کے سامنے آئے تو اسے مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اچھا اب اجازت دیجیے۔“

خدا حافظ۔“

☆.....☆.....☆

سائنسی تحقیق

## دعا میں بھی شفا ہے!

ڈاکٹر لیری ڈوسی

یہ واقعہ میری ٹریننگ کے دور کا ہے، جب میں پارک لینڈ میموریل ہسپتال ٹیکساس میں زیر تربیت تھا۔ وہاں مجھ کو ایک ایسا مریض ملا جس کے دونوں پھیپھڑوں میں کینسر تھا۔ میں نے مریض کو واضح طور پر بتا دیا تھا کہ اس کا مرض ناقابل علاج ہے اور کسی قسم کا علاج اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ مریض نے بھی صحیح فیصلہ کرتے ہوئے علاج سے اجتناب کیا۔ ہسپتال میں جب اس کے بیڈ کے پاس ٹھہرنا تو اس کو ہمیشہ اس کے دوستوں میں گھرا ہوا پاتا جو اس کے لیے دعائیں کر رہے ہوتے۔ میں نے سوچا کہ یہ ایک اچھی بات ہے، کل یہی لوگ اس کے جنازے پر دعائیں کریں گے۔

ایک سال بعد جب میں کسی دوسری جگہ مصروف کار تھا تو میرے ساتھی نے پارک لینڈ ہسپتال سے ٹیلی فون پر پوچھا: ”کیا تم اپنے دیرینہ مریض سے ملنا پسند کرو گے؟“ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی اور میں یقین ہی نہیں کر سکا کہ وہ ابھی تک زندہ ہے۔ بہر حال میرا تجسس مجھے وہاں لے گیا۔ میں نے اس کے پھیپھڑوں کی ایکسرے رپورٹس دیکھیں اور متحیر رہ گیا۔ اس مریض کے دونوں پھیپھڑے بالکل صحت مند تھے۔ وہاں کینسر کی کوئی علامت نہ تھی۔

”اس کا علاج غیر معمولی تھا۔“ ریڈیولوجسٹ نے مجھ سے کہا۔

میں نے سوچا، اس مرض کا تو کوئی علاج ہی نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ خدا سے رجوع کرے۔ میں نے میڈیکل کالج کے دو پروفیسر صاحبان کو یہ پورا واقعہ

بتایا۔ ان میں سے کوئی بھی یہ تسلیم کرنے پر تیار نہ تھا کہ ایسا معجزہ ممکن ہے۔

میرے بچپن کا یہ عقیدہ کب کا رخصت ہو چکا تھا۔ اب تو میں صرف جدید ادویات کی طاقت پر یقین رکھتا تھا۔ عبادت کو میں صرف ذاتی تصنع سمجھتا تھا۔ اس لیے میں نے اس پورے واقعہ کو ذہن سے نکال پھینکا۔

کئی سال بیت گئے اور میں ایک ہسپتال میں چیف آف سٹاف کے عہدے پر مامور ہو گیا۔ میرے کئی مریض دعا اور عبادت کو صحت کا ضامن سمجھتے تھے، لیکن مجھے اس طرح کے علاج پر اعتماد نہ تھا۔ میرے مطالعہ میں وہ رپورٹس آئیں جو لیبارٹری میں بے حد احتیاط کے ساتھ تجربات کے بعد تیار کی گئی تھیں۔ ان کا خلاصہ یہ تھا کہ عبادت اور دعائیں انسان کی مختلف جسمانی حالتوں میں غیر معمولی اور اہم تبدیلیوں کا باعث بنتی ہیں۔ قلبی امراض کے ڈاکٹر ریڈلف بارڈ نے اس ضمن میں ایک تحقیقی مقالہ شائع کیا تھا جو مندرجہ ذیل نتائج کو سامنے لایا تھا اور کافی متاثر کن تھا۔

سان فرانسسکو جنرل ہسپتال کے کورونری کیئر یونٹ میں 393 مریضوں کی سٹڈی کی گئی۔ مریضوں کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک گروپ ان مریضوں کا تھا جن کی صحت کے لیے دعا کرنے والے لوگ موجود تھے اور دوسرا گروپ عام خاموش مریضوں کا تھا، لیکن کسی مریض کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کس گروپ میں ہے۔ دعا کرنے والوں کو مریضوں کے نام کے ساتھ ایک مختصر سا احوال ان کی بیماریوں سے متعلق بتایا گیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ وہ اس وقت تک دعائیں کرتے رہیں جب تک یہ مریض ہسپتال سے ڈسچارج نہ ہو جائیں۔ ان کے علاوہ ان کو اور کسی بھی طرح کی ہدایات نہیں دی گئی تھیں کہ وہ کیا اور کس طرح دعائیں کریں۔ دس ماہ بعد جب تحقیق مکمل ہوئی تو معلوم ہوا کہ جن مریضوں کے لیے

دعائیں کی گئی تھیں ان کو نسبتاً کافی افادہ ہوا۔

1- ان مریضوں کو پانچ گنا کم اینٹی بائیوٹکس کی ضرورت پڑی اس گروپ کے مقابلہ میں جن کے لیے کوئی دعا نہیں کی گئی تھی۔

2- وہ 21 گنا زیادہ بہتر تھے اس امکان سے کہ ان کو Congestive Heart Failure ہو سکتا ہے۔

3- اس بات کا بھی نسبتاً بہت کم امکان تھا کہ وہ ہارٹ اٹیک کا شکار ہو جائیں۔

اگر ان لاعلاج امراض کے مفید علاج کے لیے کسی تیر بہ ہدف دوا یا کامیاب سرجیکل آپریشن کی کھوج کر لی جاتی تو دنیا یقیناً اسے ایک عظیم الشان کارنامہ قرار دیتی لیکن یہ نسخہ صحت جو محض دعاؤں اور عبادت سے عبارت ہے، ارباب دانش کے لیے ایک معجزہ بنا ہوا ہے۔

ڈاکٹر ولیم نولین جو ایک کٹر مادہ پرست ہے اور روحانی عقائد کا قطعی قائل نہیں، اس نے بھی اپنی ایک کتاب میں اس طرح کے شفا کے روحانی پرسوالوں کرتے ہوئے مشکوک انداز میں تسلیم کیا ہے کہ ”اگر یہ تحقیق درست ہے تو ہم ڈاکٹروں کو اپنے نسخوں میں لکھنا چاہیے کہ دن میں تین وقت عبادت کرو اور دعا مانگو۔“ اگر یہ نسخہ کامیاب ہے تو ڈاکٹر بھی کامیاب ہے۔

قدرت کے بہت سے ایسے اسرار ہیں جو سائنس دانوں اور ڈاکٹروں کے فہم و دانش سے ماورا ہیں۔ دعا کی قوت بھی انہی اثرات میں سے ایک معلوم ہوتی ہے۔ سائنس ایسے لائیو مشاہدے کو بلاسٹنڈ سپاٹ کہتی ہے۔

میں نے تب سے میڈیکل پریکٹس چھوڑ کر اپنے آپ کو اس تحقیق کے لیے وقف کر دیا کہ عبادت اور دعائیں ہماری صحت پر کس طرح سے اثر انداز ہوتی ہیں۔

کچھ لوگوں کے تحقیقی مطالعہ نے تجویز کیا ہے کہ دعائیں ہائی بلڈ پریشر، سردرد، ذہنی تفکرات اور جسمانی زخموں کو مندل کرنے میں بڑا صحت مند کردار ادا کرتی ہیں۔

### دعا کے مختلف پہلو

دوران مطالعہ میں نے یہ سمجھا کہ دعاؤں کے مفید نتائج صرف اسی صورت ہی میں برآمد نہیں ہوئے جب لوگوں نے کسی خاص مقصد کے لیے دعائیں کیں، بلکہ اس صورت میں بھی اچھے نتائج برآمد ہوئے جب لوگوں نے بغیر کسی مقصد کے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا۔ کچھ مطالعات نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا کہ ایک معمولی سا جملہ جیسے ”رب کی مرضی“ اپنے اندر ایک انسان کی سوچ سے کہیں زیادہ اثر اور قوت رکھتا ہے۔ بہت سے تجربات نے اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالی کہ عبادت کا سادہ طریقہ، طہارت و پاکیزگی کا ہمہ گیر احساس اور دوسروں کے لیے بے لوث خدمت، دردمندی اور صلہ رحمی کا جذبہ بیماری کو مندل کرنے میں کارگر ہوتا ہے۔

### دعا کی قوت: محبت اور خلوص

محبت اور الفت کی طاقت ازلی ہے۔ اس کا اظہار روزمرہ کے انسانی تجربات میں واضح ہے۔ محبت انسانی جسم پر زبردست اثر ڈالتی ہے۔ گالوں پر سرنخی اور دل کی دھڑکن میں تبدیلی محبت کی نظر کا معمولی سا کرشمہ ہے۔ انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ خلوص و محبت کا طرز عمل امراض کے اندام میں ایک بیش قیمت جز کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ امراض قلب میں بتلا دس ہزار حضرات کی ایک سروے رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ انہیں لگ بھگ پچاس فیصدی افاقہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کی بیویوں نے تعاون کرتے ہوئے خلوص کے جذبہ سے ان کی خدمت کی تھی۔ درحقیقت وہ تمام صحت پانے والے مریض جو دعاؤں اور روحانی عقیدے

پر ایمان رکھتے ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ پُر خلوص جذبہ محبت کی طاقت ہی سے افاقہ محسوس ہوتا ہے۔ تعلق اور دوسروں کے لیے مخلصانہ ہمدردی کا جذبہ اس قدر غیر معمولی اور شدت سے بھرپور ہوتا ہے کہ دعا کرنے والے اور جس کے لیے دعا کی جاتی ہے دونوں روحانی طور پر ایک وحدت بن جاتے ہیں۔

### دعا کبھی رابریگاں نہیں جاتی

جب میں ایک بچہ تھا تو اکثر نصیحتیں سنا کرتا تھا، جیسے ”ہر وقت عبادت میں مصروف رہو۔“ جب میں بڑا ہوا تو محسوس کیا کہ مستقل طور پر عبادت کرنا ناممکن ہے۔ میں نے کوشش بھی کی لیکن رات میں یہ تسلسل ٹوٹ جاتا تھا کیونکہ اس حقیقت کا انکشاف مجھ پر نہیں ہوا تھا کہ لاشعوری طور پر بھی عبادت کرنا ممکن ہے۔ دور حاضر میں ہم عبادت کو محض ذہنی بیداری اور شعوری کیفیت سے پہچانتے ہیں۔ یہ خیال کہ روحانی عبادت شعور کی گہرائیوں میں پیوست ہو جاتی ہے اور ہمارے خواب بھی اس سے مالا مال ہوتے ہیں، ایک احمقانہ تصور معلوم ہوتا ہے۔ اس امکان کو یکسر رد کر دیا جاتا ہے کہ ہمارا لاشعور ہمارے شعور کی بہ نسبت عبادت کرنے کا کہیں زیادہ بہتر طریقہ جانتا ہے۔

ڈاکٹر پینسن نے دعاؤں اور ورزشوں میں ایک ربط تلاش کیا۔ دوڑ میں حصہ لینے والوں سے کہا گیا کہ دوڑتے وقت وہ ذہن میں دعائیں پڑھیں۔ دوڑنے والوں نے محسوس کیا کہ ایسا کرنے سے ان کے جسم کی توانائی اور کارکردگی میں اضافہ ہوا۔

### بغیر مدعا کے دعا

بہت سے عبادت گزار اس حقیقت پر پورا اعتقاد رکھتے ہیں کہ روحانی طریقہ کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے میں مفید ثابت ہوتا ہے، لیکن تحقیق سے اس امر کا بھی

ثبوت ملا ہے کہ دعائیں اگر کسی مقصد یا نصب العین کو سامنے نہ رکھ کر بھی کی جائیں تو بھی ان کے فوائد بے شمار ہیں۔ پروردگار کو اس طرح پکارنا جیسے ”پیدا کرنے والے کی رضا“ یا ”جو رب کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے“ درحقیقت بغیر کسی خاص مقصد یا مدعا کے روحانی اعتقاد کو محکم و مستحکم کرتی ہیں۔ اس طرح کا اعتقاد اور خالق کی ذات پر اعتماد لوگوں کی عبادات اور دعاؤں میں حیرت انگیز تاثیر پیدا کرتا ہے۔

انسان تنہا نہیں

میرا ایک مریض بستر مرگ پر تھا۔ اس کی وفات سے صرف ایک روز پہلے میں اس کے پلنگ کے برابر اس کی بیوی اور بچوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مریض کو اس حقیقت کا علم تھا کہ اس کا وقفہ حیات بہت مختصر ہے۔ اگرچہ وہ کوئی مذہبی آدمی نہیں تھا لیکن کچھ دن پہلے ہی اس نے دعاؤں کے ذریعہ عبادت کرنا شروع کی تھی۔ اس نے اپنی بھرائی ہوئی سرگوشی جیسی آواز میں نہایت محتاط انداز میں کچھ پڑھنا شروع کیا۔

میں نے اس سے پوچھا: ”تم یہ دعائیں کس لیے پڑھ رہے ہو؟“  
 ”نہیں، کسی خاص مقصد کے لیے نہیں۔ ان دعاؤں کا ورد کرنے سے مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں تنہا نہیں ہوں۔“ یہ مریض کا جواب تھا۔

دعائیں اور عبادات یہ یاد دہانی کراتی ہیں کہ ہماری روحانی فطرت لامحدود ہے۔ وہ ہمارے وجود کے اس حصے کا احساس دلاتی ہیں جو اس زمان و مکان سے بلند ہے۔ یہ پوری کائنات اس صداقت کی گواہ ہے کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔

(مترجم: وحید اظفر خاں)

☆.....☆.....☆

خدمتِ خلق

اللہ والے!

اُمّ آمنہ

ایک بار اباجی کے دوست دعوت پر تشریف لائے۔ مسجد میں بچوں کی ”بزمِ ادب“ سے بہت خوش ہوئے۔ انعامات اور تحائف دیے۔ اگلی بار وہ اپنی بیٹی اور نواسیوں کے ساتھ آئے۔ محترمہ نے درس دیا اور پیار بھری باتیں کیں۔ رسالے بھی دیے اور کتابیں بھی۔ پھر ایک بار ان کی بڑی بیٹی (مع اپنے شوہر) اور چھوٹی بیٹی بھی آئیں اور خطاب کیا۔ داماد میاں نے اُمت کی اصلاح اور فلاح کے لیے دعائیں کیں۔ پروگرام بڑا بابرکت رہا۔ میری صحت کے حوالے سے کچھ دوائیں بھی دیں اور دعائیں بھی۔ الحمد للہ ان کا بہت اچھا اثر ہوا۔ میرے خاندان مسجد میں صفائی، اذان، جماعت اور بچوں کی تعلیم میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ میرے بہنوئی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مسجد کے نگران ہیں۔ میری بہن معلمہ ہیں۔ دوسری بہن بھی بچوں میں کتب و رسائل تقسیم کرتی اور تربیت و اصلاح کا شوق رکھتی ہیں۔ شہر سے ہٹ کر کھوکھروں کی آبادی کے نام پر یہ ایک کنواں ہے۔ مسجد کی آبادی بڑھ رہی ہے۔ چچا جان نے میڈیکل کمپ لگایا۔ پھر مجھے گھر میں رکھنے کے لیے مختلف بیماریوں کی ادویہ دیں کہ ہنگامی حالت میں کام آئیں گی۔ کمپ لگتے رہے، فیض ملتا رہا!

ایک دن پتہ چلا کہ ڈاکٹر آصف محمود جاہ میڈیکل کمپ لگائیں گے۔ سب کو اطلاع دی۔ کنینٹنر میں ہسپتال آ گیا۔ ڈاکٹر، نرسیں اور آنکھوں کی ماہر۔ 400 کے قریب مریض دیکھے گئے۔ پھر پانچ کلومیٹر دور ایک اور کمپ لگا اور لگ بھگ اتنے ہی مریض وہاں بھی آئے۔ مریضوں کو دواؤں کے ساتھ خفے بھی دیے گئے۔ چھ ماہ بعد چچا جان نے خوش

خبری دی کہ اب پھر کھپ لگے گا۔ پہلے کی طرح دور دراز کے دیہات سے آئے سینکڑوں مریضوں کو دوائیں، دعائیں اور تحائف ملے۔ آنکھوں کے لیے عینکیں بھی۔ پچھلے ماہ پتہ چلا کہ ڈاکٹر آصف جاہ ایک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ ان کے لیے بہت سی دعائیں کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاً عاجلہ عطا فرمائے!

ہمارے چچا جان کبھی کبھی آتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق دوائیوں کے علاوہ ”پھول“، ”نوہال“، ”تعلیم و تربیت“ اور ”اردو ڈائجسٹ“ بھی دیتے ہیں۔ رسالہ ”کوثر“ ہر ماہ 30 طلبہ و طالبات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

یتیم بچے پاؤں سے ننگے سردیوں کے دن، طلبہ و طالبات جرسیوں کے بغیر، کئی بزرگ کھیسوں کے بغیر، کئی گھروں میں لاچاری نیز بیماری۔ بھلا ہو چچا جان کا کہ انہوں نے ایک فنڈ بنایا تاکہ کوئی حاجت مند پریشان نہ ہو۔ پہلے انہوں نے اپنا حصہ ڈالا پھر دوسروں نے تقلید کی۔ اس طرح سب مسئلے حل ہو گئے۔

مستحقین کو دوائیاں مفت دی جاتی ہیں۔ مسجد میں عورتوں کے لیے علیحدہ وضو کی ٹونیاں، واش رومز بن گئے۔ اس طرح پردہ بھی قائم رہا اور رمضان المبارک میں قیام اللیل سے ایمان تازہ ہوتا رہا۔ اس کے بعد عید الاضحیٰ پر بھی مستحقین کو گھروں میں ہی خوشیوں سے مالا مال کیا گیا۔

اللہ سے دعا ہے کہ سب کے والدین، بزرگوں، علماء، طلبہ اور بہن بھائیوں کو سلامتی دیے رکھے اور مرحومین کی بخشش فرمائے!

☆.....☆.....☆

انحصارِ ذات

## آپ کا ج، مہا کا ج

سمیہ فاروق

آپ بھی اینمیل پینٹ کراتے ہیں، ہم نے بھی کئی بار کرایا لیکن مزہ نہ آیا۔ بندہ مخلص سمجھ کر لگا یا لیکن نہ وقت کی پابندی نہ وعدے کی۔ بہر طور، کسی نہ کسی طرح گزارا ہوتا رہا۔ اب کی بار پینٹ کی ضرورت پڑی تو ہم نے بابا سے کہا کہ بھید تو سارا کھل گیا ہے، ہم نے سب سمجھ لیا ہے۔ آپ اینمیل، تیل اور نسخہ ہمیں مہیا کر دیں، ہم ان شاء اللہ ”تھری سسٹرز“ یہ فریضہ بطریق احسن خود ہی انجام دیں گی۔

بابا کے احباب کی رہنمائی سے ہمیں حسبِ منشا عمدہ پینٹ مل گئے۔ پھر تو فرنیچر، ڈائنگ ٹیبل، دیواریں، دروازے جو بھی زد میں آیا، آرٹ کا نمونہ بنا چلا گیا۔ یہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا۔ ایامِ عظمت والے، تزیینہ والے، اللہ کی محبت والے اور راتیں شان والی! اللہ کے ذکر، تکبیروں اور تلاوت کے ساتھ یہ کام تکمیل تک پہنچ گیا۔ نانا اب آئے تو بڑے خوش ہوئے۔ نہ صرف ڈھیروں دعائیں دیں بلکہ انعام اور عیدی کے بہانے ہم سب کو نہال کر دیا۔ اگلے دن یومِ عرفہ کے نظارے ملے۔ ابوجی کے ہم راہ عید الاضحیٰ ادا کی۔ دعائیں لیں اور قربانی سے اللہ کا قرب بھی ملا۔

ہمیں تخمینہ 65000 روپے کا ملا تھا جبکہ اللہ کے فضل سے ہمارا زیادہ سے زیادہ 15000 خرچ ہوا۔ اس طرح بہت سا پیسہ بچ گیا جو بہت ہی نیک کاموں، فلاح انسانیت اور اصلاحِ امت میں کام آئے گا۔ والدہ محترمہ ایسے کئی اداروں میں درس، تقسیم کتب، ادویہ اور کپڑے وغیرہ مہیا کر کے ہمیں بھی اس راستے پر چلنے کی تربیت دے رہی ہیں۔

☆.....☆.....☆

## تکبیر رب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
يَا أَيُّهَا الْمَدَائِرُ قُمْ فَانذِرُوا رَبَّكَ فَكَبِّرُوا

”اے کسبل میں لپٹ کر لیٹنے والے (ﷺ)! آپ اٹھئے اور (لوگوں)

کو خبردار کیجیے۔ اور اپنے رب کو بڑا کریں۔“ (المدثر: 1 تا 3)

اے نبی (ﷺ) آپ کے سوچ و بچار کا دور اب ختم ہوا چاہتا ہے، اب آپ اٹھئے اور عملی جدوجہد کا آغاز کیجیے۔ انبیاء و رسل کی دعوت کے حوالے سے جو اصطلاح قرآن مجید میں بہت تکرار کے ساتھ آئی ہے وہ ”انذار“ ہی ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ کو بھی بار بار حکم دیا گیا کہ آپ قرآن کے ذریعے سے لوگوں کو خبردار کریں: ”اے نبی (ﷺ) آپ ان لوگوں کو بتائیں کہ قرآن مجھ پر نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ میں اس کے ذریعے سے لوگوں کو خبردار کر دوں“ (سورۃ الانعام: 19)۔ زیر مطالعہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی دعوت کا نقطہ آغاز ”انذار آخرت“ ہے۔ اگلی آیت میں اس دعوت کے ہدف کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ اس زمین پر اللہ کی بڑائی عملاً تسلیم نہیں کی جا رہی۔ اس کی بڑائی کو منوانے اور اس کی کبریائی کو عملی طور پر دنیا پر نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔ اللہ تعالیٰ انسان کو جو محدود اختیار عطا فرمایا تھا اس کے بل پر اس نے اسی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں ہر جگہ ظلم اور فساد کا بازار گرم ہو گیا ہے: ”بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے، لوگوں کے اعمال کے سبب“ (الروم: 41)۔ چنانچہ اب جو کوئی بھی اللہ کو اپنا رب مانتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو منوانے اور اس کی کبریائی کو عملی طور پر دنیا میں نافذ کرنے کی جدوجہد میں اپنا تن من اور دھن کھپا دے، تاکہ اللہ کی بات سب سے اونچی ہو۔ یہ ہے تکبیر رب یا رب کو بڑا کرنے کا مفہوم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Ayesha Khawaja

"Whoever lowers his gaze for the sake of Allah subhanahu wa Ta'ala, Allah will let him taste the sweetness of Eaman, the PLEASURE of which he will feel in his devotional acts." interpretation of Hadith.

"Tell the believing men to lower their gaze and guard their chastity. That is purer for them. Verily, Allah is All-Aware of what they do."

The Noble Qur'an 24:30

This verse is treated for the most part as if it doesn't exist.

It is rather a daunting task especially in the virtual domain , but nevertheless possible, Subhan Allah.

First, you have to make a conscious effort to remember this rule. You can do this by putting up the above verse on your laptop, or in some place that you will see it often, in sha Allah. Start your day by looking at these verses

"Tell the believing men to lower their gaze "

Second, remember this verse is talking to YOU. You're a believer. It's a message for you from Allah.

1 – Bearing in mind the fact that Allaah is watching you, that He sees you and is with you (by His knowledge) wherever you go. It may be a secretive glance of which your neighbour is unaware, but Allaah knows of it. Allaah says (interpretation of the meaning):

to the temptation of looking, if he can manage to avoid them, such as going to marketplaces or malls, and sitting in the street.

The Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) said: “Beware of sitting in the street.” They said, “We have no alternative; that is where we sit and talk.” He said, “If you insist on sitting there, then give the street its rights.” They said, “What are the rights of the street?” He said, “Lowering the gaze and refraining from causing offence...” (Narrated by al-Bukhaari, 2333; Muslim, 2121).

6 – You should realize that you have no choice in this matter, regardless of what the circumstances are and no matter how great the temptation or motive to do evil, and no matter what emotions and overwhelming desires stir in your heart. You must lower your gaze and refrain from looking at haraam things and the na mahrams in all places and at all times. You cannot use excuses such as the environment being corrupt or justify your mistakes by saying that there is a lot of temptation around. Allaah says (interpretation of the meaning):

“It is not for a believer, man or woman, when Allaah and His Messenger have decreed a matter that they should have any option in their decision. And whoever disobeys Allaah and His Messenger, he has indeed strayed into a plain error” [al-Ahzaab 33:36]

7 – Doing a lot of naafil acts of worship, because doing a lot of them whilst also regularly doing obligatory acts of worship is a means of protecting one's physical faculties. According to a hadeeth qudsi, Allaah said: “... and My slave continues to draw close to Me with supererogatory (naafil) works so that I shall love him. And when I love him, I am his

“Allaah knows the fraud of the eyes, and all that the hearts conceal”[Ghaafir 40:19]

2 – Seeking the help of Allaah, beseeching Him and calling upon Him (du'aa'). Allaah says (interpretation of the meaning):

“And your Lord said: Invoke Me and ask Me[ for anything] I will respond to your (invocation).”[Ghaafir 40:60]

3 – You should know that every blessing you enjoy comes from Allaah, and requires that you should give thanks. Part of the gratitude for the blessing of sight means that you should protect it from looking at that which Allaah has forbidden. Is there any reward for good, other than good? [cf. al-Rahmaan 55:60] Allaah says (interpretation of the meaning):

“And whatever of blessings and good things you have, it is from Allaah”[al-Nahl 16:53]

4 – Striving with your self and training yourself to lower your gaze and be patient in doing so, and not giving up. Allaah says (interpretation of the meaning):

“As for those who strive hard in Us (Our Cause), We will surely guide them to Our paths )”[al-'Ankaboot 29:69]

The Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him, sallallahu alaihi wasallam) said: “Whoever seeks to be chaste, Allaah will make him chaste, and whoever seeks to be independent of means, Allaah will make him independent of means, and whoever strives to be patient, Allaah will make him patient...” (Narrated by al-Bukhaari, 1400)

5 – Avoiding places where a person feels he will be exposed

13 – Fasting – because of the hadeeth quoted above.

14 – Doing obligatory acts of worship as Allaah has commanded, such as prayer. Allaah says (interpretation of the meaning):

“Verily, As-Salaah (the prayer) prevents from Al-Fahshaa’ (i.e. great sins of every kind) and Al-Munkar (i.e. disbelief, polytheism, and every kind of evil wicked deed)”

[al-‘Ankaboot 29:45]

16 – Bearing in mind the shortcomings of the one who is looked at and the filth and waste material they carry in their gut.

17 – Being ambitious and focusing on nobler things.

18 – Checking on yourself from time to time and striving to make yourself lower your gaze whilst realizing that everyone makes mistakes.

19 – Thinking of the pain and regret that will result from this looking, and the effects of letting one’s gaze wander.

20 – Understanding the benefits of lowering one’s gaze, as mentioned above.

21 – Bringing up this topic in meetings and gatherings, and explaining its dangers.

22 – Advising and reminding others of this duty.

23 – Warding off passing thoughts and whispers from the Shaytaan before they take hold and are acted upon. Whoever

hearing with which he hears, his seeing with which he sees, his hand with which he strikes and his foot with which he walks. Were he to ask (something) of Me, I would surely give it to him, and were he to ask Me for refuge, I would surely grant him it.” (al-Bukhaari, 6137)

8 – Remembering that the earth on which sin is committed will bear witness. Allaah says:

“That Day it will declare its information (about all that happened over it of good or evil)” [al-Zalzalah 99:4]

9 – Remembering the angels who are recording your deeds. Allaah says (interpretation of the meaning):

“But verily, over you (are appointed angels in charge of mankind) to watch you, Kiraaman (Honourable) Kaatibeen —writing down (your deeds), They know all that you do”

[al-Infitaar 82:10-12]

11 – Avoiding looking unnecessarily when you are surfing the net or using facebook and other social websites so that you only look at what you need to look at, and you do not let your gaze wander right and left so that it falls upon something the effects and fitnah of which cannot be got rid of quickly.

12 – Marriage, which is one of the most effective remedies. The Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) said: “Whoever can afford it, let him get married, for it is more effective in lowering the gaze and in guarding one’s chastity. And whoever cannot afford it, let him fast, for it will be a shield for him.” (Narrated by al-Bukhaari, 1806; Muslim, 1400).

lowers his gaze after the first glance will be saved from innumerable problems, but if he keeps looking he cannot be certain that seeds that will be difficult to remove will not be planted in his heart.

25 – Being afraid of a bad end, and of feeling regret at the point of death.

26 – Keeping company with good people, because you are naturally affected by the characteristics of the people you mix with, and a person will follow the way of his close friend, and a friend will pull you to follow his way.

27 – Knowing that the zina of the eye is looking, and that should be sufficient to put you off.

via Dear Little Aunty blog

صفحہ.....	۱۴۳۲ھ
اکتوبر.....	۲۰۲۰ء
جلد.....	37
شمارہ.....	10
صفحہ.....	۱۴۳۲ھ
اکتوبر.....	۲۰۲۰ء
جلد.....	37

شادی شدہ زانی، (۲) جان کے بدلے جان (قاتل)  
 اور (۳) دین کا تارک، جماعت سے علیحدگی اختیار  
 کرنے والا۔“

## تکبیر رب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 يَا أَيُّهَا الْمَدَّثِرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبِّكَ فَكْبِّرْ ۝  
 ”اے کسبل میں لپٹ کر لیٹنے والے (ﷺ)! آپ اٹھئے اور (لوگوں)  
 کو خبردار کیجیے۔ اور اپنے رب کو بڑا کریں۔“ (المدثر: 1 تا 3)

اے نبی (ﷺ) آپ کے سوچ و بچار کا دور اب ختم ہوا چاہتا ہے، اب آپ اٹھئے اور عملی جدوجہد کا آغاز کیجیے۔ انبیاء و رسل کی دعوت کے حوالے سے جو اصطلاح قرآن مجید میں بہت تکرار کے ساتھ آئی ہے وہ ”انذار“ ہی ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ کو بھی بار بار حکم دیا گیا کہ آپ قرآن کے ذریعے سے لوگوں کو خبردار کریں: ”اے نبی (ﷺ) آپ ان لوگوں کو بتائیں کہ قرآن مجھ پر نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ میں اس کے ذریعے سے لوگوں کو خبردار کر دوں“ (سورۃ الانعام: 19)۔ زیر مطالعہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی دعوت کا نقطہ آغاز ”انذار آخرت“ ہے۔ اگلی آیت میں اس دعوت کے ہدف کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ اس زمین پر اللہ کی بڑائی عملاً تسلیم نہیں کی جا رہی۔ اس کی بڑائی کو منوانے اور اس کی کبریائی کو عملی

## حدیث نبوی ﷺ

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:  
 لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِأَحَدٍ ثَلَاثٍ: الثَّغِيبُ الزَّانِي،  
 وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمَفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ  
 سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
 نے فرمایا:

” (مندرجہ ذیل) تین صورتوں کے علاوہ کسی مسلمان کا  
 خون حلال نہیں، جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی  
 معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں: (۱)

**Kausar**  
BANASPATI & COOKING OILS

کچھ خاص مہانے کھانے میں



**f** KausarCookingOils